حصہ 3

افکار

امت مسلمہ کے حالات،
عصری تقاضے اور دعوت فکر

موضوعات:

ناشر:
تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ALL RIGHTS RESERVED

No part of publication may be produced,stored in a retrieval system or transmitted in any form or by any means, electronic or mechanical, photocopying or otherwise without the prior permission of the **COPYRIGHT** owner.

Book name : Afkar Part 3

Language : Urdu

Author : Ulama e Ahle Sunnat

Chief Editor: Muhammad Hassaan Raza Rayeeni

Hijri Date : 16 Rabi ul Awwal 1442H

English Date : 03 Nov 2020 (Tuesday)

Publisher : Tehreek Nizam e Mustafa (India)

Any Query, contact us : 9675801762 & 9720315389

Read another books, visit : archive.org/details/@tehreek_nizam_e_mustafa_

Also follow us on : Facebook || Instagram || Youtube

About Us

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza.

It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized.

It is supplicated to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

پیش لفظ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے

پھر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے

امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حکومت ان کے پاس نہیں،اقتدار انکا ختم ہو چکا لیکن ایک چیز اس امت کے پاس باقی تھی جسے فکر کہتے ہیں جس فکر کو لے کر یہ امت، محنت و مشقت کر کے اپنے دشمن کو خاک میں ملا سکتی تھی لیکن اب وہ فکر ہی اس قوم کے دلوں سے فنا ہوتی جا رہی ہے اور یہ قوم اغیار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ چکی ہے سب کچھ ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہمارے حالات کیا ہیں ؟ وہی گناہوں میں لتھڑی زندگی جیتے جا رہے ہیں۔

ارے یہ تو وقت اللہ کی بارگاہ میں رو کر گڑ گڑا کر معافی مانگنے کا تھا کہ ہم اللہ تعالی سے عرض گزار ہوتے کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں در گزر فرمادے۔ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم نے تیرے احکام کی پابندی نہیں کی اس لئے ہم پر یہ مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ تو وقت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ سے دعا کرنے کا تھا لیکن ہم غفلت میں مبتلا ہیں ہم وہی کر رہے ہیں جو ہمارا نفس ہم سے کہہ رہا ہے۔

اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ کی فکر کو نئی تازگی دی جائے اور جو برائیاں اور نفرتیں ہماری قوم کے درمیان پنپ رہی ہیں اور بزدلی ہمارا اشعار بن چکی ہے ان سب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے یہ تبھی ہو سکتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد برائیوں کو مٹانے کے لئے جدوجہد کرے اور اس کو اپنا ایک اہم فرض سمجھ کر کام کرے پھر وہ دن دور نہیں جس دن ہم اپنے کھوئے ہوئے دن واپس پالیں گے ضرورت ہے قوم کے فکر و عمل پر کام کرنے کی۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس میگزین کو پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے سبق حاصل کر اپنی زندگی میں اسلام کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اس کو پڑھنے والے اللہ کی توفیق سے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

محمد حسان رضا رامینی

فہرست

موضوعات	صفحہ نمبر

علمائے دین اور سیاست

صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین دین مراد آبادی علیہ رحمہ

علمائے دین وارث انبیاء ہیں۔ان کا وجود رحمت الہی ہے جس سرزمین میں ایک عالم دین رونق افروز ہو وہ رحمت و برکت کا مورد ہوتی ہے۔اور اس وجود مبارک کی برکت سے اللہ تعالی بہت سی آفتیں بلائیں اس خطہ سے دفع فرماتا ہے۔دین کا نظام اسی گروہ حق پژدہ کے ساتھ قائم ہے۔شریعت مطہرہ کے یہی محافظ ہیں ہمیں معلوم ہے کہ یہ حضرات بہت سادہ زندگی رکھتے ہیں۔دنیوی راحتوں اور لذتوں کے سروسامان سے یہ طبقہ کا طبقہ عاری ہے۔بہت صبر واستقلال کے ساتھ روکھے پھیکے ایام صبر وخوشی کے ساتھ گزارنے پر ان کو ہمت ہے۔اس پر ملامتوں کا نشانہ بننا،بدگویوں کی زبان طعن کے تیر وسنان سے گھائل ہونا،اہل دنیا کی کج خلقی کے ستم برداشت کرنا،ان کے مردانہ حوصلہ کے لئے بہت معمولی بات ہے۔یقیناًاگر دنیا کے دوسرے اشخاص ان کی جگہ پر آئیں اور جس طرح اس مقدس طبقہ پر ہر طرح کے طعن کئے جاتے ہیں ان پر بھی کئے جائیں تو وہ چندروز صبر نہ کرسکیں اور چیخ کر بھاگ جائیں مگر انہیں ابتدا ہی سے صبر وضبط کی تلقین کی جاتی ہے۔مصائب وآلام کے برداشت کرنے پر جری بنایا جاتا ہے۔طلب علمی ہی کے وقت میں نفس کشی کے اعلی منازل طے کرائے جاتے ہیں،اور یقین دلایا جاتا ہے کہ ناکردہ گناہ کے ان پر الزام لگائے جائیں گے۔ارباب حرص وہوا ان کے درپے ہوں گے۔نفسانیت کی بجلیاں ان پر گریں گی،اور ان کو اپنی جگہ پر

ثابت قدم رہنا پڑے گا۔تب وہ مقصود جو ہر چیز سے زیادہ مرغوب و محبوب ہے (رضائے الٰہی) انہیں حاصل ہوگا۔اور اس اعلی مقصد کے لئے جو قربانی بھی کرنی پڑے وہ کم ہے۔

دوسری اقوام کے علماء:

دنیا کی دوسری قومیں اپنے علما کا کیا احترام کرتی ہیں، اور ان کو کس قدر و منزلت کے ساتھ آنکھوں پر بٹھاتی ہیں۔ یہ کچھ چھپی بات نہیں ہے۔ نصاری اگرچہ کل کے کل نیچری اور مذہب سے بے تعلق ہو چکے ہیں اور مذہب ان کی نظر میں بے کار چیز اور محض بے کار بلکہ علم و تہذیب کے لئے عار قرار پا چکا ہے۔ رسمی طور پر وہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں اور عیسائیوں کے کچھ مراسم برتتے ہیں لیکن بایں ہمہ پادری اور پوپ وغیرہ اپنے پیشوایان دین کی اس قدر عزت و حرمت کرتے ہیں اور ان کے حکم کو ماننے کے لئے ہر منصب ہر مرتبہ ہر وجاہت کا شخص ہر وقت گردن جھکانے کے لئے تیار رہتا ہے۔ بادشاہ ان کے سامنے سر خم کرتے ہیں۔ اور کروروں روپیہ ان پر صرف کر ڈالا جاتا ہے اور اس سلسلہ کا ادنی سے ادنی شخص اس تمام قوم کے لئے عملاً مستحق ہوتا ہے۔

ہندو:

مذہبی پیشوائوں کو دیوتا مانتے ہیں۔اور انہوں نے تو برہمن کی نسل ہی کو اپنا آقا تسلیم کر لیا ہے اور جو حقوق

برہمنوں کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ان کی منو سمرتی میں تفصیل ہے اور ان کا مطالعہ دنیا کو حیرت میں ڈالتا ہے۔

روافض:

اپنے مجتہدین کے ساتھ کس نیاز مندی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ان کی قوم کا ایک ایک فرد مجتہد کے حکم کو واجب الاطاعت جانتا ہے اور اس سے عدول وانحراف جرم عظیم سمجھتا ہے۔کسی شہر میں ایک مجتہد کا ورود ہو تو وہاں کے ہر ایک رافضی کے گھر عید ہو جاتی ہے۔زبان طعن کھولنا یا بدگوئی کرنا تو کجا حضرت قبلہ کے سوا ان کا سادہ نام لینا بھی اس جماعت کا کوئی آدمی گوارا نہیں کرتا۔داد دہش جس کو وہ نذر و پیش کش کہتے ہیں، اس کا کیا اندازہ کیا جائے، سو سو روپیہ فی تقریر مقرر ہیں۔ایک ایک دن میں کئی کئی مجلسیں ہوتی ہیں اور خواہ وہ کتنی دیر بھی تقریر کریں۔سو روپیہ شکر گزاری وامتنان کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کر دیے جاتے ہیں اور فخر کیا جاتا ہے کہ ان کے یہاں حضرت قبلہ نے ورود فرمایا۔

بوہرہ قوم:

اپنے پیشوا کو ملا کہتے ہیں۔اور بادشاہ سے زیادہ اپنے ملا کی عزت کرتے ہیں۔اس کے حکم کی تعمیل فرض قطعی جانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملا ان کے تمام مال واولاد کا مالک ہے۔اور اسی طرح کا عمل درآمد بھی کرتے ہیں۔اگر ان کا ملا کسی دولت مند کو مفلس ہونے کا حکم دے دے تو وہ شخص ایک حبہ کا مالک نہ رہے گا

اس کا مال جسے چاہے عطا کرے۔ کسی کو حق اعتراض نہیں۔ کروڑپتی بوہرے ملا صاحب کی سواری کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑتے چلے جاتے ہیں۔

غرض دنیا میں ہر قوم اپنے دینی پیشواؤں کا کمال احترام کرتی ہے اور یہی چیز ہے جس سے مذہب زندہ اور باقی رہتے ہیں اور شیرازۂ ملت منتشر نہیں ہونے پاتا اور قوم کی اجتماعی حیثیت محفوظ رہتی ہے۔ان تمام اقوام میں تعلیم یافتہ بھی ہیں لیڈر بھی ہیں۔پلیڈر بھی ہیں۔اڈیٹر بھی ہیں لیکن کوئی بھی اپنے پیشوایان ملت کے عزت و وقار کا دشمن نہیں ہے۔ کوئی ان کے عزت و منصب کا خواہاں نہیں۔ کوئی ان کے اثر کو مٹا کر اپنا اقتدار پیدا کرنے کی حرص نہیں رکھتا۔ کسی کا یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان مذہبی پیشواؤں کے اثر و اقتدار کو مٹانے ہی میں ہماری عزت ہے۔اس لئے وہ تمام قومیں مضبوط ہیں۔ قوی ہیں منظم ہیں۔ دنیا میں دنیوی حیثیت سے وزن رکھتی ہیں۔ اگرچہ ان کی تعدادیں قلیل ہوں مگر ان کا یہ طریق عمل اور مذہب و اہل مذہب کے ساتھ گرویدگی ان کو زبردست بنائے ہوئے ہے۔ مسلمان بھی اپنے عروج کے عہد میں پیشوایان دین کی بدرجۂ غایت تنظیم و تکریم کرتے تھے۔

ان کی قدرومنزلت اپنی سعادت جانتے تھے۔ان کے احکام کے سامنے گردن جھکادینا ان کا شیوہ تھا۔ علما کی زیارت کے لئے منزلوں کے سفر کرتے تھے۔ اگر کسی زمین میں کسی عالم کا گزر ہو جاتا تو وہاں کے باشندے اس کو اپنی خوش بختی سمجھتے تھے جب تک مسلمانوں میں یہ خصلت رہی ان کا شیرازۂ اجتماع منتشر نہ ہوا۔ دنیا کی آنکھیں ان کے آفتاب شوکت واجلال کی شعاعوں سے جیتی رہیں۔ عزت واقبال قدم بوسی کرتے رہے

آج جو مسلمانوں پر نکبت ہے، ان کے محاسن ان سے روٹھ گئے۔ خصائل حمیدہ نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ رذائل اخلاق اور بداطواری کا سیلاب امنڈتا چلا آتا ہے۔ یہ نعمت بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ ادب، تواضع، حلم، سپاس گزاری، محسن شناسی، قدردانی کی جگہ نخوت، غرور، خود نمائی، خود بینی، ناقدری، بے مروتی، سرکشی نے لے لی ہے۔ تواکابر کی تعظیم بزرگوں کا ادب وتوقیر پیشوایان دین کا ادب واحترام ان کے لئے قابل رشک بن گیا۔ اڈیٹروں کے قلم علماو مشائخ کی توہین کے لئے رہن ہو چکے۔ بے قید اخبار نویس روزانہ کی اشاعتوں میں برسوں تک تبرا کرکے سیر نہیں ہوئے، اور ان کی آتش غیظ وغضب کے شعلے دھیمے نہیں پڑے۔ ان کے غصہ میں کچھ بھی کمی نہیں آئی۔ ان کے شب دیز قلم کی جولانیاں روز بروز ترقی پر ہیں۔ یہ بہادر صیاد اپنے گھر کے بزرگوں ہی کو تیگ ظلم وجفا کا نشانہ بناتے رہتے ہیں اور ان کی شجاعت وبہادری کے تمام جوہر یہی ہیں کہ وہ علماو مشائخ کی مقدس ہستیوں کو دل بھر کے کوس لیا کرتے ہیں اور بے محاباسب ودشنام کی بارشیں کرکے ادب وتہذیب کا خون بہادیتے ہیں۔

لیڈر صاحب:

مسلمانوں میں ماشاءاللہ لیڈر بہت ہیں اور اس منصب عالی کے لئے نہ کسی امتحان کی شرط نہ قابلیت کا کوئی معیار معین۔ جسے دنیا میں کہیں جگہ نہ ملی، معاش کا کوئی معقول ذریعہ ہاتھ نہ آیا، اور ہوئے خوش خوراک و خوش پوشاک فیشن ایبل ان کے لئے بہترین کام یہ ہے کہ لیڈر بن جائیں۔ لیڈر بن کر کہیں سر کٹانے تو جانا نہیں ہوتا۔ علما اور مشائخ اور پیشوایان دین ومذہب کی مقدس ذاتوں پر حملہ کرو اور چین اڑاؤ۔ انہیں گالیاں

دیں اور آپ مسلم لیڈر رہنے۔ان حضرات کے دماغوں میں یہ بات مرکوز ہوتی ہے کہ عامۂ مسلمین پیشوایان دین کے وابستۂ عقیدت ہیں، جب تک انہیں علما سے بد ظن نہ کیا جائے گا، یہ ہمارے ہتھے نہ چڑھیں گے۔

اور وہ بے دینی اور مغربی بے حمیتی جس کے یہ حضرات علم بردار ہوتے ہیں، اس وقت تک رائج ہی نہیں ہوسکتی جب تک دنیا میں پیشوایان دین کا اثر باقی ہے۔عورتوں کو بے پردہ پھرانا، تھیٹروں میں لے جانا، سیر گاہوں پر ان کی عفت کو رسوا کرنا، ہوٹلوں میں حلال و حرام کے امتیاز کو اٹھانا، جب ہی میسر آئے گا، جب علمائے دین کی طرف سے لوگوں کو برگشتہ کر لیا جائے۔ان کا نصب العین طبقۂ علما کی مخالفت ہے اور اسی کو یہ بہت بڑی مہم جانتے ہیں۔ان کے عقیدہ میں ترقی اور کامیابی کا بس یہی ایک ذریعہ ہے کہ علمائے دین پیشوایان ملت سے عداوت کی جائے۔اب چاہے اس طریقۂ عمل سے عامۃ المسلمین آزردہ خاطر ہوں، رنجیدہ ہوں، ان کے دل دکھیں، قوم میں تفرقہ ہو جائے، جنگ ہو، فتنہ فساد اٹھیں۔یہ سب کچھ گوارا مگر علما کی طرف سے جو آتش حسد سینہ میں بھڑک رہی ہے وہ کسی طرح ساکن نہیں ہوتی۔اس مقصد کے لئے کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں۔رسالے نکالے جاتے ہیں۔تقریریں کی جاتی ہیں اور جہاں موقع مل جاتا ہے عملی طور پر بھی اس پاک طبقہ کی ایذا رسانی اور اہانت میں کمی نہیں کی جاتی۔پھر کس طرح نظام قومیت مضبوط ہو؟ جس قوم کے افراد خونخوار درندوں کی طرح اپنوں ہی کو پھاڑ کھانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہوں۔اس کی فلاح کی کیا امید۔وہ دوسروں کا مقابلہ کس بوتے پر کرے گی؟ اور اس کے لئے ترقی کی کیا سبیل ہو گی؟ اب ان لیڈروں کی ذہنیت اور ان کے طریقۂ عمل کو دوسری اقوام کے لیڈروں کی ذہنیت اور

طرز زندگانی سے مقابلہ کیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ مسلمانوں کے عہد کامیابی میں علما کے ساتھ ان کے مقتدر طبقوں کا جو طرز عمل تھا، اس سے موجودہ زمانہ کے دعوی داران لیڈری کو کیا نسبت ؟ دین اسلام نے علما کی تعظیم وتوقیر اور ان کی اطاعت وفرماں برداری فرض کی ہے اور مسلمانوں کو اس کی بہت تاکیدیں فرمائی ہیں۔ اس طبقہ کو وارث الانبیاء بتایا ہے۔ اوران کے خواب تک کو عبادت ٹھہرایا ہے۔ ان کی دواتوں کی سیاہی شہداء کے خونوں کی ہم وزن قرار دی ہے۔ اس حالت میں علما سے بے تعلقی اور ان کی مخالفت قوم کو فلاح وکامیابی تک کیوں کر پہنچنے دے گی ؟ نہ دین کے اعتبار سے یہ فعل جائز ہے، نہ دنیا کے۔ پھر اس کو ذریعۂ کامیابی سمجھنا خلل دماغ نہیں تو کیا ہے ؟ خود پسند طبقہ جو اپنی نادانی کو ہمہ دانی سمجھتا ہے۔ جس کو نو تعلیم یافتہ کہتے ہیں، جب وہ دین سے باخبر ہی نہیں تو دین کی حمایت، دین کی حفاظت دین کا احترام وہ کس طرح کر سکتا ہے ؟ یہی صورت تھی کہ وہ علمائے دین کے سامنے سر نیاز جھکاتا مگر اس کی خود بینی خود پسندی اور غرور و خود نمائی اس کو اس سے مانع ہے تو وہ مسلمانوں کے کیا کام آسکتا ہے ؟

شوق حکومت:

حکومت کا سودا ان کے سروں میں رہتا ہے۔ بلکہ بعض تو اس قدر بے دین ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا کہلانے کا صرف اتنا ہی فائدہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ووٹ سے ان کو کسی مجلس میں عزت کی کرسی مل جائے۔ انتخابات کے وقت ان حضرات کی وارفتگی اور سراسیمگی قابل دید ہوتی ہے۔ ملت کے لئے قوم کے لئے، اپنے اعزہ واقارب کے لئے، اس کا ہزارواں حصہ بھی محنت و کوشش نہ کی ہو گی جو ووٹ

حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ ہر شخص کی خوشامد ہے سفارشیں لا رہے ہیں۔ روپے صرف کر رہے ہیں۔ رات دن دوڑے پھر رہے ہیں۔ مقابل اگر کوئی دوست ہے تو پاس دوستی نہیں۔ اگر کوئی عزیز ہے تو پروائے قرابت نہیں۔ خانۂ مروت کو پہلے ہی آگ لگادی جاتی ہے۔ اس بات پر نظر نہیں کہ دوسرا مجھ سے زیادہ لائق ہے زیادہ تجربہ کار ہے۔ کام کا زیادہ اہل ہے۔ قوم کو اس سے نفع پہنچنے کی امید ہے۔ اس لئے اس کے واسطے جگہ خالی کر دیں۔ یہ کہاں؟ پمفلٹ بازی ہوتی ہے۔ اور واقعی اور غیر واقعی معائب کے طومار شائع کر کے ایک عزت دار آدمی کو مطعون کیا جاتا ہے۔ حرص جاہ کا یہ جوش راست بازی وراست پسندی اور انسانی شرافت کو فنا کر دیتا ہے۔ اور آدمی دوسرے کی خوبیوں سے دیدہ و دانستہ منکر ہو کر خودستائی کرتا پھرتا ہے۔ کرایہ کے مداح تلاش کئے جاتے ہیں۔ ایسے حضرات کسی کے عزو جاہ کو دیکھ سکیں، کسی کی خوبی کا اعتراف کریں ایسی امید رکھنا ان سے عبث ہے۔

طبقہ علما کی نسبت تو انہوں نے مشہور کر دیا ہے کہ یہ سیاسیات سے محض نابلد ہیں اور ان کو نظم نسق کے کسی کام میں دخل دینا بھی نہ چاہیے۔ یہ بھی اسی جذبۂ حرص و آز اور شوق جاہ کا ایک چٹکلہ ہے کہ علم فضل والا طبقہ اگر اس طرف متوجہ ہو گیا تو بہت سی نشستیں لے جائے گا اور یار گووں کے لئے کرسیاں کم رہ جائیں گی۔ طبقہ علما جو علمی دقائق کو حل کرنے میں مشاق ہے، اور جس کا دماغ بہترین معلومات سے روشن ہو رہا ہے۔ اگر وہ دنیوی انتظام کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے، تو بے کوفت و کلفت ان سے بدرجہا بہتر کام انجام

دے سکتا ہے۔ مگر وہ طبقہ انکسار، تواضع، ایثار کا عادی ہے۔ خود نمائی اور جاہ طلبی سے متنفر ہے۔ اس لئے کبھی اس میدان میں قدم نہیں رکھتا۔

علما سیاست کی طرف توجہ فرمائیں!

لیکن میں عرض کروں گا کہ علمائے دین و پیشوایان اسلام اب قدم اٹھائیں۔ گوشہ تنہائی سے نکلیں۔ اس لئے نہیں کہ انہیں جاہ ملے یا منصب ملے۔ اس لئے نہیں کہ حکومت کا مزہ حاصل کریں فقط اس لئے کہ دین کی حفاظت ہو۔ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش ہونے والے تجاویز کو وہ روک سکیں اور مسلمانوں کے مستقبل کو خطرہ سے محفوظ رکھ سکیں۔ جو قانون ایک دفعہ پاس ہو جاتا ہے پھر اس کے خلاف کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے، اگر اسمبلی میں علما کا بھی کوئی عنصر ہوتا تو سارداکا قانون پاس نہ ہو سکتا اور مسلمان ممبر پہلے ہی روز بیدار کر دئے جاتے لیکن قانون پاس ہونے کے بعد جو کوششیں کی گئیں وہ اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں۔ طبقہ علما کا سیاسیات اور ملکی نظم کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ اس وقت گول میز کانفرنس اجلاس کر رہی ہے۔ ہندوستان کے لئے دستور حکومت زیر تجویز ہے۔ ہر فرقہ کے نمائندے وہاں پہنچ گئے ہیں۔ سب نے اپنے اپنے مطالبات کا ایک ایک مسودہ مرتب کر لیا ہے۔ ہر ایک اپنے مقاصد کا ایک نقش نظر کے سامنے رکھتا ہے۔ لیکن ہمیں شکایت ہے اور بجا شکایت ہے کہ ہمارے طبقۂ علما نے آج تک اس طرف التفات نہ کیا۔ جو جو مسودے تجویز ہوئے ان پر نظر نہ ڈالی، اور یہ نہ دیکھا کہ اسلام و مسلمین پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے اور اسلام کے تحفظ اور مسلمانوں کی فلاح

اور مذہب کی حفظ حرمت کے لئے کیا امور ضروری ہیں؟ جان کا موجودہ تجویزوں میں اضافہ ہونا چاہئے اور کون چیزیں قابل احتراز ہیں جن کی مدافعت لازم ہے؟ ہندوستان کا تمام طبقۂ علما اس سرے سے اس سرے تک ساکت وخاموش ہے۔ انہوں نے اس پر نظر ہی نہیں ڈالی۔ کیا حیثیت دین سے یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ گزشتہ چھوڑئے اب آئندہ کے لئے مستعد ہو جایئے اور جلد تر ایک نظر ڈالئے کہ دنیا کیا کر رہی ہے مسلمانوں کے مستقبل کے لئے کیا کیا تجویزیں در پیش ہیں؟ ان کے کیا نتائج ہوں گے؟ ضروریات کا اقتضا کیا ہے؟

پہلے کچھ رائے ہو اس سے ایک اجتماعی شکل میں اپنے نمائندوں کو باخبر کیجئے پہلی غفلت قابل افسوں ہے؟

لیکن اگر ابھی اور غفلت رہی تو کام قبضہ سے باہر ہو جائے گا جس طرح ممکن ہو صورت حالات پر اطلاع پانے کے بعد ایک مسودہ تجاویز مرتب کیجئے اور خواہ جلسوں میں یا ڈاک کے ذریعہ سے اس پر دوسرے علما کی رائیں حاصل کر کے ایک نقشۂ عمل مرتب فرمائیں۔ کونسلوں کی کاروائیوں کو بھی دیکھی ئے اور ممبران کونسل کو جس امر میں توجہ دلانے کی ضرورت ہو انہیں زور کے ساتھ توجہ دلائی ئے۔ یہ بھی دیکھئے کہ ڈسٹرک اور میونسپل بورڈوں میں کیا ہو رہا ہے؟ آپ کو جلد سے جلد مستعد ہو جانا چاہئے اور اگر جماعت علما اس طرح میدان عمل میں آگئی تو ان شاءاللہ العزیز اسلام و مسلمین کی بہت بڑی حمایت ہو سکے گی

ستم ہے کہ جاہل عالم نما، عالم بن کر میدان میں آئیں، اوران کی تعداد سے دنیا کو دھوکہ دیا جائے، اوران کی خودرائی ونفس پرستی علما کی راے قرار دیا جائے اور علما کا پرا طبقہ کا طبقہ ساکت وخاموش بیٹھا یہ سب کچھ دیکھا کرے نہ اس کے منہ میں زبان ہو، نہ زبان میں حرکت نے ہاتھ میں قلم، نہ قلم میں جنبش۔اب آپ کا تقاعد زہد وانکسار کی حد سے گزر کر غفلت وتکاسل کے دائرہ میں آگیا ہے۔اوراس انداز سکوت سے اسلام و مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہے ہیں۔اب آپ اس عقیدہ کو چھوڑ دیجئے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ کر، یا ایک حلقہ میں درس دے کر اپنے خلوت خانہ میں فتوے لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں، اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟اور بد خواھان اسلام تخریب کے لئے کیا کیا تدابیر عمل میں لارہے ہیں۔یقینا یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اٹھئے اور اپنے فرض کو ادا کیجئے۔

[السوادالاعظم، رجب المرجب، ۱۳۴۹ھ ص ۲تا۷

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری آخر کیوں؟

محمد حسان رضا اعینی

انسانی زندگی ابتدا سے انتہا تک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے بغیر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانی زندگی میں کوئی حسن باقی نہیں رہتا ہے۔عدل وانصاف،اخلاق ومحبت،شرم وحیا سے عاری نظر آتی ہے۔ جیسے جسم کے لیے روح کا ہونا ضروری ہے اسی طرح انسانوں کو اپنی زندگی اچھی طرح بسر کرنے کے لئے نظام مصطفیٰ کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

فلسفہ عملی جب وجود میں آیا تو اس نے دنیا کے سامنے اپنا دستور پیش کیا۔تہذیب اخلاق،تدبیر منزل، سیاست مدنیہ کا سبق دنیا کو دیا لیکن نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد فلسفہ عملی کا سارا دستور متروک ہو کر رہ گیا کیونکہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دستور پیش کیا اس کے سامنے تعلیم فلاسفہ کی حاجت نہ رہی۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ایک مذہبی دستور عمل پیش کرتا ہے وہی معاشرتی، سیاسی، سماجی ،معاشی مسائل کا بھی تدارک کرتا ہے۔انسان کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ ہو چاہے دینی ہو یہ دنیاوی، یہ نظام ہر گوشے میں رہنمائی کرتا نظر آتا ہے۔

نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور مساوات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا فضلَ لعربيٍّ على عجميٍّ ، ولا لعجميٍّ على عربيٍّ ، ولا لأبيضَ على أسودَ ، ولا لأسودَ على أبيضَ : إلَّا بالتَّقوَى

کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو کسی عربی پر اور نہ ہی کسی کالے کو کسی گورے پر اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل ہے مگر تقوی سے۔

اللہ اکبر! ایسا دستور شاید ہی کسی مذہب میں موجود ہو۔ جو نظام مصطفی میں پایا جاتا ہے فضیلت و برتری کی بنیاد تقوی اور پرہیزگاری پر رکھی۔ رنگ و نسب اور قومیت کی بنیاد پر تفریق ہو سکتی تھی نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جڑیں کاٹ کر رکھ دی۔

مساوات کی مثال دیکھنی ہے تو مساجد میں پانچ وقتوں کی نمازوں میں لگی ہوئی صفوں کو دیکھو جہاں غریب امیر، کالے گورے سب ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و عیاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

انسانیت کا محافظ نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کی جان ومال عزت وآبرو کا صحیح محافظ نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ میں ہر مسلمان کو جان ومال کا مکمل تحفظ دینے کا ذمہ دار ہوں۔ (مشکوۃ المصابیح)

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

کہ ہر مسلمان کا خون مال اور عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

حقوق انسانیت اور نظام مصطفی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مومن وہ نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے مگر اس کا پڑوسی اس کے قرب میں بھوکا رہے۔(مشکوۃ المصابیح)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔ (مشکوۃ المصابیح)

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا حقدار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری

ماں۔ اس شخص نے دو مرتبہ اوریہی سوال کیااور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باریہی جواب دیا یعنی تیری ماں۔ایک مرتبہ اور عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ۔(صحیح مسلم)

شرم وحیااور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحياء شعبة من الإيمان

حیاءایمان کے شعبوں میں سے ہے۔

شرم وحیا کوایمان کا حصہ بتایا یعنی انسان جتنا بحیا اس کا ایمان اتنا ہی کامل ہو گا۔

فضول خرچی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا

اللہ تعالی فرماتا ہے فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے پاس سے گزرے جب وہ وضو کر رہے تھے تو فرمایا اے سعد! یہ اسراف (فضول خرچی) کیسا؟ عرض کی! کیا وضو میں بھی اسراف ہے۔فرمایا ہاں! اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو۔

(مشکوۃ المصابیح،۴۲۷)

ہم نے چند احادیث سے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور آپ کے سامنے پیش کیا جو انسانیت کے لیے مژدہ جاں فزا ہے۔

اب بات اتنی سی ہے کہ جب ہر طرح کا سکون وراحت نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے تو ہم اس سے قریب ہونے کے بجائے دور کیوں ہوتے جارہے ہیں؟

انسان کی فطرت ہے کہ جس طرف اسے آسانی دکھائی دیتی ہے وہ اسی طرف رجوع کرتا ہے لیکن یہ بات سمجھ سے پرے ہے کہ نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ علیہ وسلم جو افراط و تفریط سے مبرا ہے اس سے مسلمان دوری کیوں بنارہے ہیں؟ اور مغربی تہذیب کے دلدادہ کیوں بنے ہوئے ہیں؟

ہمارے بچپن سے لے کر جوانی اور جوانی سے لے کر بڑھاپے تک کے سارے مرحلے مغربی تہذیب کے سائے کے تلے طے ہورہے ہیں گھر ہو یا بازار، شہر ہو یا دیہات ہر جگہ مغربی تہذیب کا رنگ چڑھا ہوا ہے بچے کی پیدائش کے بعد اس کی تعلیم و تربیت مغربی تہذیب کے مطابق ہورہی ہے جس کا اثر اس کی جوانی پر مرتب ہورہا ہے اور پھر وہی بچہ اپنے باپ کا باغی، حسن اخلاق سے ناآشنا نظر آرہا ہے شرم حیا اس میں داخل ہی نہیں ہو پارہی ہے۔ بڑوں کا بے ادب ہورہا ہے اور نہ جانے کون کون سی برائیوں کے دلدل میں پھنستا دکھائی دے رہا ہے۔

آخرایسا کیوں ہے ؟جواب اسکا یہ ہے کہ ہم نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرماں برداری نہیں کرر ہے ہیں۔ ہم نے مغربی تہذیب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے۔ ہماری فکریں مغربی تہذیب کی بیڑیوں میں قید ہو چکی ہیں۔ ہمارے دل حق و باطل میں تمیز کرنے سے قاصر ہو چکے ہیں۔ ہماری آنکھوں میں ایمان کی روشنی دیکھنے کی تاب باقی نہیں بچی ہے۔

اب اسکا حل ڈاکٹر محمد اقبال کے اشعار میں آپکو مل جائے گا۔

بھٹکے ہوئے آہُو کو پھر سُوئے حرم لے چل

اس شہر کے خُو گر کو پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر

اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظُلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو

وہ داغِ محبّت دے جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریّا کر

خودداریِ ساحل دے، آزادیِ دریا دے

بے لوث محبّت ہو، بے باک صداقت ہو

سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا

امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

ہمیں پھر سے اپنے ماضی کی طرف پلٹنا ہو گا۔ ہمیں اسی نظام کے مطابق زندگی گزارنا ہو گی جسنے عورتوں کو جینے کا حق دیا، جسنے غریبوں، لاچاروں، مسکینوں، کو آسرا دیا، جسنے خونی رشتوں کا لحاظ بتایا، جسنے شرم وحیا کا پیکر انسانوں کو بنایا، یعنی وہی نظام جو میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آج سے 1450 سال پہلے لے کر اس دنیا پر تشریف لائے تھے۔

اگر آج بھی ہم اپنے معاملات نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حل کریں تو عروج کی منزلوں پر پہنچ سکتے ہیں۔ مغربی تہذیب تو ضمیر کو گندا کر دیتی ہے۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب

کہ روح اس مدنیت کی رہ سکیں نہ عفیف

مغربی تہذیب سے بچنے کا اگر کوئی طریقہ ہے تو وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند بنالو پھر تم خود دیکھو گے کہ تمہاری زندگی میں کیسا انقلاب آتا ہے اپنے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام

امور نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں حل کرو لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دلاؤ۔ نظام مصطفی ہی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے اور یہی نظام ساری انسانیت کے لئے سب سے بہتر ہے۔

چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فرد کا رنگ

سارے عالم پر چھڑک دو گنبد خضرا کا رنگ

اللہ تعالی ہمیں نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

اسلام دین فطرت ہے

عظمت حسین قادری منظری

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلات والسلام علیٰ سید المرسلین اما بعد

فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون

(سورہ روم آیت نمبر 30)

تو اپنا مونھ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی بنائی ہوئی چیز نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے،، (کنزالایمان)

تخلیق کائنات سے لیکر طلوعِ اسلام تک بے شمار ایسے مذاہب دنیا میں آئے جس میں بہت سی خوبیاں اور اچھائیاں تھیں ان مذاہب نے بنی نوع انسان کو عبادت، نیکی کی ترغیب دی گناہوں اور بری باتوں سے بچنے کی ہدایت کی دنیا اور آخرت کے معاملے میں بھی حتی الامکان مخلوق خدا کی رہنمائی کی لیکن ان میں سے اکثر مذاہب سچے اور الہامی ہونے کے باوجود چونکہ مکمل نہیں تھے اور ان میں نہ تو بنی نوع انسان کی اجتماعی ترقی کا ساتھ دینے کی صلاحیت تھی اس لیئے انسان رفتہ رفتہ ان مذاہب سے ہٹتے چلے گئے اور دنیا لا مذہبی اور اور

گمراہی کی تاریکی میں مبتلا ہو گئی مذہب سے ہٹ جانے کے بعد انسان کی حالت یہ ہو گئی کہ خدا اور بندے کا تعلق ختم ہو گیا لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں فسق وفجور پیدا ہو گیا معاشرتی نظام میں فساد برپا ہو گیا، حلال وحرام کی تمیز باقی نہ رہی، گناہ اور ثواب میں امتیاز ختم ہو گیا، قتل وخون آبروریزی اور بربریت کے مناظر عام ہو گئے، یہاں تک کہ انسان جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے لگا، از مشرق تا مغرب از شمال تا جنوب دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک جب درندگی فرقہ پرستی اور شہوانیت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور دنیا میں جہالت کا سب سے بڑا مرکز ملک عرب بنا ہوا تھا تو ایسے پر فتن دور میں ضرورت تھی ایک ایسے طبیب کی جو ان تمام بیماریوں کا خاتمہ کر دے اور انسان کو راہ مستقیم پر گامزن کر دے تو عرب کی سرزمین پر اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تعلیم، اور اپنی سیرت طیبہ واخلاق عظیمہ، کے ذریعے اس تاریک دنیا کو روشن ومنور فرمایا۔

اسلام کی سب سے بڑی اور امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے کسی سابقہ مذاہب کی تکذیب نہیں کی بلکہ یہ خود ایک کامل واکمل مذہب بن کر آیا اس لئے سابقہ مذاہب خود بخود منسوخ ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہ انسانوں کو جس دین اسلام سے آگاہ فرمایا وہ ایک مکمل سچا فطری مذہب ہے جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہے چنانچہ اسی دین حنیف کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے،

فاقم وجهک للدین حنیفا فطرت الله التی فطر الناس علیها لاتبدیل لخلق الله ذالک

الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون،(سورہ روم آیت نمبر 30)

یعنی خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے کہ اب تم کو کامل ترین دین عطا کر دیا گیا ہے اس کے بعد تمھیں کسی نامکمل دین کی ضرورت نہیں ہے بس اپنا رُخ اسی دین فطرت یعنی دین اسلام کی طرف کرلو کیونکہ یہ وہی دین ہے جس کے مطابق تمھیں پیدا کیا گیا ہے اور یہی فطرت انسانی کے مطابق ہے،

دین اسلام تمام ادیان ومذاہب میں اس لحاظ سے بھی امتیازی مقام کا حامل ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اللہ ربّ العزت سے بہتر اور مضبوط ہو جائے

اور انسان ہمہ وقت اللہ کی رضاجوئی میں لگا رہے کہ یہی اس کے زندگی کا مقصد بن جائے۔

اسلام کے اور بھی انسانی اصلاحی اور معاشرتی اہم مقاصد ہیں مگر اصل الاصول اور سب سے بڑا مقصد انسان کو طلب رضائے الٰہی میں لگانا ہے پیغمبرانہ تعلیمات کا اس پس منظر میں اگر جائزہ لیا جائے تو متعدد بنیادی عناوین پر مشتمل نظر آتی ہے جن میں سے چند کا یہاں مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

(1)۔ پیغمبر اعظم کی تشریف آوری سے پہلے دنیا شرک بت پرستی میں پوری پوری ڈوبی ہوئی تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک سے ڈوبی ہوئی دُنیا کو عقیدہ توحید کی نعمت عطا کی اور پھر خالص عقیدہ سے

لوگوں میں نئی ہمت پیدا کی لوگوں نے غیروں کے سامنے جھکنا چھوڑ دیا احساس کمتری ختم ہوا لوگوں میں عظمت و احترام انسانیت کا جذبہ پیدا ہوا۔

(2)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے لوگ مختلف ذات برادریوں میں، قبیلوں میں اعلیٰ وادنی درجوں میں بٹے ہوئے تھے اور طبقاتی نظامِ حیوانیت اور درندگی کی حدیں پار کر چکا تھا برابری کا تصور ختم ہو چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان پر یہ احسان کیا کہ اسے وحدتِ انسانی کا تصوّر عطا فرمایا اور قومیت علاقائیت، وطنیت کے تمام بت گرادیئے اور قرآن کی زبان میں یہ اعلان فرمادیا کہ

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا وقباءل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر (سور حجرات آیت نمبر 13)

اے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدا لگائی کہ

یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد کلکم من آدم وآدم من تراب ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ولا فضل لعربی علی عجمی الا بالتقوی (کنزالعمال)

اے لوگوں تمہارا رب بھی ایک ہے اور باپ بھی ایک تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے ہیں اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو پرہیزگار ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کی بنیاد پر،

ارشاد ہوا:

لیس منا دعا الی عصبیت و لیس منا قاتل علی عصبیت و لیس منا من مات علی عصبیت

،(مشکوہ المصابیح)

جو عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر جنگ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور جس کی موت عصبیت پر ہو وہ بھی ہم میں سے نہیں اور یہ عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم کا ناجائز تعاون کرو،

(3)۔اتحاد و اتفاق

متحد ہو تو بدل ڈالو نظام گلشن

منتشر ہو تو مرو شور مچاتے کیوں ہو؟

یہ حقیقت ہے کہ سب سے مہلک مرض اختلاف و انتشار ہے اور سب سے مفید دوا اور علاج اتحاد و اتفاق ہے امن کے قیام میں اتحاد و اتفاق کا اہم رول ہوتا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو اتحاد

واتفاق سے رہنے کی تاکید فرمائی تمام مسلمانوں کو ایک کلمہ کی بنیاد پر بنیان مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بننے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا، (بخاری ومسلم)

ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کے مانند ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے حصے کی مضبوطی واستحکام کا باعث ہوتا ہے, آپسی محبت وتعلق میں اہل اسلام ایک جسم کی طرح ہیں ایک عضو کو تکلیف پہونچتی ہے تو پورا بدن بے چین ہو جاتا ہے اختلاف وانتشار کو دین کو موڑنے والا عمل بتایا گیا ہے اور اختلاف کو تباہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے،

(4)۔عدل وانصاف

اگر عدل وانصاف کسی سماج سے ختم ہو جائے اور بے انصافی وظلم کا دور دورہ ہو جائے تو وہ سماج بدامنی اور فساد کا ٹھکانہ بن جاتا ہے اسلام چونکہ تمام وجوہ فطرت سے ہم آہنگ ہے اسی لئے اس کی تعلیمات میں عدل وانصاف کی تاکید جابجا نظر آتی ہے خود حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ ہر وقت عدل کا معاملہ فرمایا، قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (سورہ مائدہ 8)

اے ایمان والو اللہ کی خاطر سچائی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو کسی گروہ کی دشمنی تم کو اپنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے،

(5)۔اخوت، بھائی چارگی کا جذبہ پیدا ہو تو فتنہ وفساد سر اُٹھانے نہیں پاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے مثال اخوت مسلمانوں میں قائم فرمائی قرآن میں واضح طور پر اعلان کیا گیا

انما المؤمنون اخوۃ

کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں،

انصار مدینہ کے دو قبیلوں اوس وخزرج کی صدیوں سے چلی آرہی عداوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم فرما کر ان کے دل جوڑ دئے اور ان میں قابل رشک اخوت قائم فرمائی انصار و مہاجرین میں مواخات (بھائی چارگی) کارشتہ قائم فرمایا اور ہر مسلمان کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرے مظلوم کو ظلم سے بچائے اور ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں،(بخاری ومسلم)

تعلیمات نبوت میں اخوت کی تاکید اتنی زیادہ آئی ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے اسی کا نتیجہ تھا کہ قرن اول کا زمانہ اخوت کا سب سے بڑا نمونہ ثابت ہوا،،

تعلیماتِ نبوت کے یہ چند بنیادی عناوین تھے جن کا یہاں ذکر کیا گیا اس کی روشنی میں اسلام کا نظام صحیح طور سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ یہی آخری دین ہے۔ اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا گویا اللہ جل شانہٗ نے خود ہی تمام گذشتہ مذاہب کی تنسیخ فرمادی ہے۔ اور بنی نوع انسان کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک ایسا دین عطا فرمادیا ہے جو دین فطرت ہے، جو مکمل ترین مذہب ہے، اور جس میں بنی نوع انسان کی تمام ضروریات کا سامان موجود ہے۔

اسلام کی صداقت اور دین فطرت ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام جس کو شروع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس گھر کے صرف تین فرد نے قبول کیا تھا مگر ایک مختصر سے عرصہ میں پوری دنیا پر چھا گیا اس لئے نہیں کہ اس کی تبلیغ کی گئی تھی بلکہ اس لئے کہ اس میں مقبول ہونے کی اور دنیا کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت موجود تھی دوست اور دشمن جس نے بھی اس کی حقیقتوں پر غور کیا اسی کا ہو کر رہ گیا نہ مخالفین کی صعوبتیں اس کو اسلام سے ہٹا سکیں اور نہ حکومت کی تلواریں، بس جس نے دین اسلام قبول کیا وہ اسی کا شیدا بن کر رہ گیا۔

اور اسلام کی خصوصیت کا اس سے بھی اندازہ لگائیں دنیا میں جتنے بھی مذاہب آئے اُن کی کتابیں بدل گئیں۔ ان کے اصول بدل گئے۔ ان کی تعلیمات بدل گئیں۔ لیکن اسلام ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی اس الہامی کتاب قرآن کریم کا ایک ایک نقطہ ایک ایک زیر وزبر جوں کا توں محفوظ ہے۔ اس کے بنیادی عقائد فولاد کی چٹان کی طرح اس الحاد و بے دینی کے زمانہ میں مستحکم ہیں۔ اس کے ماننے والوں میں

توکمزوریاں اور خامیاں پیدا ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ لیکن یہ فطری مذہب آج بھی اپنی تمام نورانی تجلّیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے اور صبح قیامت تک جلوہ گر رہے گا۔اس کی صداقت اور سچائی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد آج بھی اس میں روزِ اوّل کی طرح جاذبیت اور کشش موجود ہے۔

اسلام اگر دین فطرت نہ ہوتا تو کیا وہ اس دنیا کا ساتھ دے سکتا تھا جس نے گذشتہ پانچ سو سال کے اندر حیران کن ترقی کی ہے۔ اتنی بڑی مادّی ترقی جو تخلیق عالم سے لے کر پانچ سو سال قبل تک کبھی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے انتہائی ترقی کر جانے کے باوجود اس کی تعلیمات اور رہنمائی کی آج بھی دنیا محتاج ہے۔ اگر یہ دین فطرت نہ ہوتا تو بنی نوع انسان اسے بھی اُسی طرح چھوڑ دیا ہوتا جس طرح سابقہ مذاہب کو حالات کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ لیکن یہ تو ایسا مکمل دین فطرت ہے جسے چھوڑنے کی کوشش کے باوجود بھی نہیں چھوڑا جا سکتا اور جس سے انتہائی بے اعتنائی اختیار کرتے ہوئے بھی سہارا لئے بغیر کسی کا گزارہ ہو ہی نہیں سکتا۔

فقط والسلام،،،،،

ناموس صحابہ اور مسلک اہل سنت

محمد محافظ مصباحی

صحابۂ کرام وہ خوش نصیب افراد ہیں جنہوں نے محبوب خداﷺ کی حیات ظاہری میں سر کی آنکھوں سے ایمان کی حالت میں بحالت بیداری آپ کے رخ کی زیارت کا شرف حاصل کیا یا آپﷺ کا زمانہ مبارک پایا حضور علیہ السلام کی صحبت اختیار کی، زبان رسالت سے کچھ سنا یا صرف قربت وزیارت کی چند گھڑیاں نصیب ہوئ ہوں اور حالت ایمان پر ہی وصال ہوا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی تعریفیں قرآن واحادیث میں متعدد جگہوں پر مذکور ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَلَٰكِنَّ اللهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ

ترجمہ: اور لیکن اللہ تعالی نے تمہارے لۓ ایمان کو پسند کیا اور اسے تمہارے دلوں میں نقش کر دیا اور کفر وبد کاری اور نافرمانی کو تمہارے لۓ ناپسند کیا ہے، یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

(سورۃ الحجرات: ۷)

دوسری جگہ اللہ ربّ العزّت فرماتا ہے:

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بڑے مہربان ہیں، تو انہیں رکوع سجدے کرتے دیکھیگا اس حال میں کہ وہ اللہ تعالی کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں۔(سورۃ الحجرات: ۲۹)

یاران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوکت اور فضل و سرفرازی احادیث مبارکہ میں بہت آئی ہے

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "إن الله اختار أصحابي على العالمين سوى النبيين والمرسلين

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالی نے نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام لوگوں پر میرے صحابہ کو فضیلت دی ہے۔(مسند بزار، مجمع الزوائد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والا ملعون ہیں اور اس کا کوئی عمل قبول نہیں۔

إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم

يعني جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان سے کہو کہ تمہارے شر پر خدا کی لعنت ہو۔ (ترمزی)

دوسرے مقام پر فرمایا:

من سب أصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا

یعنی جس نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالی اس کی مثال اور فرض قبول نہیں فرماتا۔

(کنزالعمال)

ایک مقام پر آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

أصحابي كالنُّجومِ بأيِّهمُ اقتديتُمُ اهتديتُم

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کروگے راہ یاب ہو جاؤگے۔ (مشکوۃ المصابیح)

جمہور اہل اسلام کا موقف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر واجب ہے کسی بھی صحابی کی توہین و تنقیص کبیرہ گناہ ہے اور تمام کے تمام امام عادل فقہ معتبر اور مستند ہیں۔

شرح عقائد میں ہے: صحابہ کرام کے متعلق اچھا گمان رکھنا اور انہیں حق کی مخالفت سے پاک سمجھنا واجب ہے کیونکہ وہ دین والوں کے لئے نمونہ اور حق کی معرفت کا دار و مدار ہیں۔

مذکورہ سطور سے واضح ہو گیا کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں ان کی تعظیم و توقیر تمام لوگوں پر واجب ہے یہی مسلک اہل سنت و جماعت ہے۔

ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

محمد نہال علی قادری

پیش لفظ:

اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اپنے رب کا فضل اور اُسکی رحمت پا جاؤ تو اس کے فضل ور حمت کے پا جانے پر خوب خوب خوشی مناؤ اللہ تعالٰی کے اسی فرمان عبرت نشان پر عمل کرتے ہوئے ہم اہل سنت والجماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیدائش کے موقع پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو تہنیت پیش کرتے ہیں اور اس خوشی کو جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے تعبیر کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ اسکے مخالف ہیں اور ہمارے اس عمل پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور بڑے خاص اہتمام کے ساتھ اسکا رد بلیغ کرتے ہیں اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بدعت بتاتے ہیں لہذا اپنی اس تحریر میں واضح کریں گے ہم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کیوں مناتے ہیں اور ساتھ مخالفین کے کچھ اعتراضات کے جوابات بھی دیں گے اللہ تعالٰی کے مبارک نام سے اس کی ابتدا ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

عید اور میلاد کے معنیٰ:

عید کے لغوی معنی جشن۔ تہوار۔ تقریب۔ ہر وہ دن جس میں کسی صاحب فضل یا کسی بڑے واقعہ کی یاد

مناتے ہیں۔(مصباح اللغات)

اور اصطلاح میں عید اس خاص دن کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے بندوں کی ضیافت کا دن ہے اور اس میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

میلاد کے لغوی معنی پیدائش کے ہیں اب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مطلب ہوگا نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پیدائش کی خوشی

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تاریخ ولادت:

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن تمام امت مسلمہ اور

جمہور علماء اسلام کا جو موقف ہے وہ بارہ ربیع الاول شریف مطابق 20 اپریل 571 عیسوی ہے اسی تاریخ کو

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ واصحابہ وسلم پیدا ہوئے اسی تاریخ کو صدیوں سے اہل سنت والجماعت

حضور کی آمد خوشی مناتے ہیں اور طرح طرح اہتمام کرتے ہیں اور تمام عالم اسلام میں اسی تاریخ کو اپنے

طریقے سے سرکار آمد کی خوشی منائی جاتی ہے۔

قرآن اور میلاد:

کسی کی میلاد منانا قرآن کے مخالف نہیں ہیں اس وجہ سے قرآن عظیم میں خود مختلف لوگوں کی ولادت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور تذکرہ بھی ایسا جو مقام مدح میں واقع ہوا ہے چنانچہ قرآن عظیم میں ارشاد ہوا حضرت یحیی علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں وسلام علیہ یوم ولد ترجمہ اور سلام ہو اس دن پر جس دن حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا والسلام علي یوم ولدت یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا سلام ہو اس دن پر جس دن میں پیدا ہوا کس شان سے ان پیغمبروں کی ولادت کا تذکرہ قرآن عظیم میں موجود ہے اور باقاعدہ ولادت کا ذکر ہے جب ان کی ولادت کا تذکرہ اور ان کی ولادت پر سلام بھیجنا قرآن کریم کے مطابق اور قرآن کریم میں موجود ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد منانا اور نبی کی پیدائش کے دن نبی پر درود وسلام بھیجنا کیوں کر غلط ہوگا ہرگز ہرگز غلط نہیں ہوگا بلکہ قرآن عظیم فرقان حمید کے عین مطابق ہوگا جب قرآن عظیم میں ان پیغمبروں پیدائش پر سلام بھیجا گیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر سلام بھیجنا کیوں کر جائز نہیں ہوگا اور خوشی منانا کیوں کر جائز نہیں ہوگا۔

ہم میلاد کیوں مناتے ہیں؟

قرآن عظیم میں اللہ تبارک وتعالی نے سورہ یونس میں ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے

اے محبوب تم فرمادو جب اللہ کی رحمت اور اس کا فضل پا جاؤ تو اس کی رحمت اور اس کے فضل پا جانے پر خوب خوب خوشی مناؤ یہ تمہارے مال جمع کرنے سے بہتر ہے۔

یہاں سے بات واضح ہو جاتی ہے جب جب رب تعالی کا فضل کسی کو ملے جب رب تعالی کی رحمت کسی کو ملے تو چاہیے کہ وہ رب تعالی کی رحمت اور اس کے فضل پر خوب خوب خوشی منائے اب ذرا دیکھیے رب تعالی نے اپنی رحمت اور فضل پر خوب خوب خوشی منانے کا حکم دیا ہے اب بات واضح ہو جائے گی کہ ہم میلاد کیوں مناتے ہیں اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا اے محبوب ہم نے تمام جہان والوں کے لئے تمہیں رحمت بنا کر بھیجا تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالی کی رحمت ہے اور سراپا رحمت ہے اور سب سے بڑی رحمت ہیں اور دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے اللہ تبارک و تعالی نے احسان فرمایا مومنوں پر کہ ان میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اللہ تبارک و تعالی نے بے شمار فصل و احسان کئے کسی بھی فضل پر اپنا احسان نہیں جتایا لیکن جب اپنے حبیب پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی باری آئی تو رب تعالی نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے رسول کو تم میں معبوث فرمایا یعنی رب تعالی کا ایسا فضل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس پر اللہ تعالیٰ احسان جتا رہا ہے تو پتہ یہ چلا کہ نبی سے بڑھ کر کوئی رحمت نہیں ہے نبی سے بڑھ کر کوئی اللہ کا فضل نہیں ہے تو جب اللہ کا سب سے بڑا فضل اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت ہمیں جس دن ملیں تو کیوں نہ ہم اس دن جشن منائے اور آپس میں ایک دوسرے کو تہنیت کریں کیونکہ قرآن عظیم میں خود فرمادیا گیا کہ رب تعالی کے فضل اور اس کی رحمت پر

خوب خوب خوشیاں مناؤ تو لہذا ہمارا میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا یہ قرآن عظیم کے عین مطابق ہے مخالف نہیں ہے نہ ہی ناجائز بدعت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا میلاد منایا:

روایت میں آتا ہے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور اس دن روزہ کیوں رکھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اس دن میری پیدائش ہوئی تھی یعنی پیر کا دن میری پیدائش کا دن ہے اس لیے میں اپنی پیدائش کی خوشی میں اللہ تبارک کے لیے روزہ رکھتا ہوا ُسکی عبادت کرتا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت کی خوشی کا اظہار روزہ رکھ کر فرما رہے ہیں تو امتی کیوں نہ نبی کی ولادت پر خوشی کا اظہار کر سکتا ہے؟ ضرور کر سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں روزہ بھی رکھ سکتا ہے اور غریبوں مسکینوں یتیموں کو کھانا بھی کھلا سکتا ہے اور دوسرے طریقوں (جو شریعت سے نہ ٹکرائیں) سے بھی اپنی خوشی کا اظہار کر سکتا ہے یہ بالکل جائز اور مستحسن ہے۔

مخالفین کی طرف سے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پر کیے جانے والے چند اعتراضات اور ان کے جوابات:

اعتراض نمبر (1):

مخالفین کی طرف سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جشن عید میلاد النبی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے ثابت نہیں ہے جب صحابہ نے نہیں منایا ہے جو کام صحابہ نے نہیں کیا تو وہ کام کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

جواب۔ یہ اعتراض اکثر میلاد کے دشمن کرتے رہتے ہیں اور یہ اعتراض اور سوال محض جہالت پر مبنی ہے اور دین کے اصول و قوانین سے عدم وابستگی کا صلہ ہے میں ان اعتراض کرنے والوں سے کہوں گا کیا جو کام صحابہ سے ثابت نہیں ہے وہ کام شریعت میں ناجائز ہے یا حرام ہے قرآن کریم میں کونسی آیت کریمہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو کام صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ حرام ہے یا بدعت ہے یا کون سی حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے جو کام صحابہ سے ثابت نہیں ہے وہ حرام ہے ناجائز ہے یا بدعت ہے اگر ایسی کوئی نص ہو تو تو ہمیں بھی دکھائیں تاکہ ہم بھی عمل کریں اور اگر مخالفین کے اس خود ساختہ اصول کی طرف نظر کی جائے تو پوری امت حرام اور ناجائز اور بدعت کرنے سے نہیں بچ سکتی اس لیے بے شمار کام ایسے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے نہیں کئے ہیں وہ کیے جا رہے ہیں جیسا کہ مخالفین کا سیرت النبی کے جلسے وغیرہ کرنا یہ صحابہ سے کہا ثابت ہے کوئی مخالف نہیں دکھا سکتا اور دیگر کام ہیں جو صحابہ سے ثابت نہیں ہیں جو کیے جاتے ہیں اور جائز و مستحسن ہے لہذا یہ اعتراض کرنا کہ صحابہ نے نہیں کیا یہ صحابہ سے ثابت نہیں ہے محض باطل ہے اور صحابہ سے کسی بات کا ثبوت نہ ہونا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں ہے

اعتراض نمبر (2):

اسلام میں عیدین دو ہی ہیں تیسری عید عید میلاد کہاں سے آگئی؟

جواب۔ یہ بھی بلکل غلط اور سراسر جھوٹ ہے اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں حدیث میں یوم عرفہ کو عید کا دن فرمایا گیا ہے حدیث میں یوم جمع کو مسلمانوں کی عید فرمایا گیا ہے اس سے پتا چلتا ہے صرف دی عیدیں نہیں ہیں بس اسلام میں اور بھی عیدیں ہیں یہ کہنا دو عیدیں ہیں باطل ہے۔

اعتراض نمبر (3):

ہم مانتے ہیں سرکار نے اپنا میلاد منایا ٹھیک ہے لیکن سرکار نے روزہ رکھ کر منایا اور تم روزہ نہیں رکھتے جشن عید میلاد مناتے ہو اور یہ بات ظاہر ہے جس دن روزہ ہوتا ہے اُس دن عید نہیں جس دن عید ہوتی ہے اس دن روزہ نہیں جب سرکار نے روزہ رکھا تو عید اس دن نہیں ہو سکتی

جواب 1۔ یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے حدیث میں جمع کے دن کو عید فرمایا گیا ہے اب آپ دیکھیں رمضان میں کتنے جمع آتے ہیں اور روزے رکھے جاتے ہیں۔

جواب 2۔ ہم جو عید میلاد مناتے ہیں تو یہاں عید کے لغوی معنی مراد ہیں جو خوشی کے ہیں نہ کہ وہ اصطلاحی عید مراد ہے جس میں روزہ رکھنا مکروہ ہے جو اللہ کی طرف سے ضیافت کا دن ہے

جواب 3۔ واضح ہو جس دن کھانا پینا ہوتا ہے اس دن بھی عید ہوتی ہے قرآن پاک میں ہے بنی اسرائیل نے اپنی نبی سے سوال کیا کہ اللہ ہمارے لیے آسمان سے دستر خوان اُتارے جس میں طرح طرح کا کھانا ہو اور وہ

دن ہمارے لیےاور آنے والوں کے لیے عید کادن ہو گااس سے صاف ظاہر ہے جس دن بنی اسرائیل کے لیے آسمان سے کھانااُترے وہ دن عید کادن ہو تو جس دن ہمارے سرکار تشریف لائیں جنکے صدقے ساری نعمتیں ہیں وہ دن عید کادن کیوں نہیں ہو سکتا۔

جشن عید منانے والوں سے گزارش:

تمام عاشقان رسول سے بھی گذارش ہے کہ چشن میلاد منانا غلط نہیں باعث اجر وثواب ہے لیکن یہ ثواب تب ہی ہو گا جب ہم چشن عید میلاد شریعت کے حدود میں رہکر منائیں اس وقت میلاد کے موقع پر کچھ نااہل لوگ اس طرح سے خوشی مناتے ہیں جو شعریت مصطفٰی میں بلکل روانہیں ہے جس سے مخالفین کو بھی موقع ملتاہے اہل سنت پر اعتراض کرنے کااور رب تعالٰی اور اس کے رسول کی ناراضگی الگ لہذا جشن عید میلاد منائی جائے ضروری منائی جاتے لیکن شریعت کی حد میں رھکر اللہ تعالٰی تمام اہل سنت کو شعریت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی توفیق عطافرمائے۔

اعلیٰ حضرت اور ردّ بدعات

محمد فیض العارفین رضوی

سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ کی شخصیت سے کون واقف نہیں ؟ آپ کی خدمات سے عرب و عجم اچھی طرح آگاہ و معترف ہیں آپ فقید المثال شخصیت ہیں ہر زاویے سے بے نظیر و بے مثال ہیں پچھلی چار صدیوں سے اب تک زمانے نے آپ کی طرح نہ دیکھا آپ نے جس میدان میں بھی قدم رکھا اسے اپنی انتہا تک پہنچانے کی کوشش کی جس علم کی جانب توجہ کی اسے تقویت حاصل ہو گئی علوم و فنون میں گہرائی اور گیرائی کا عالم یہ تھا کہ ہر علم کا ماہر آپ کی جانب ضرور رجوع کرتا انکی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کی وفات کو سو سال کا ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد آج بھی امت مسلمہ ان کے فیوض سے مستفید ہو رہی ہے آپ کی تصانیف سے دنیا آج بھی استفادہ فرما رہی ہے آپ کی تصانیف سے آج بھی فرقہ باطلہ کا سد باب کیا جاتا ہے امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی نے جس بھی فرقہ کی تردید کا ارادہ کیا اسے بخوبی نبھایا اور اسے اسکے انجام تک پہنچایا آپ نے پوری زندگی شریعت محمدیہ کی پیروی اور اور سنت نبوی کی ترویج و اشاعت میں بسر کی یہی وجہ ہے دنیا میں ہر جانب آج بھی آپ کی خدمات کا چرچہ ہو رہا ہے۔

اسی وجہ مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم میرٹھی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو

قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

قارئین کرام! امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی نے علومِ دینیہ کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے میں مروجہ امور وبدعات اور خرافات کا بھی بھرپور رد کیا اور مسلمانوں کو ان سے بچنے کا حکم بھی دیا اس سلسلے میں آپ نے بہت ساری کتابیں بھی تصنیف فرمائیں اور فتاوی بھی تحریر فرمائے امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی نے دین کے شعبوں میں مختلف جہات پر کام کیا انہیں میں سے ایک رد بدعات و منکرات ہے

سجدۂ تعظیمی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کسی بھی پیر و مرشد کے لیے سجدۂ تعظیمی کے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: مسلمان اے مسلمان اے شریعت مصطفی کے تابع فرمان یقین جان سجدہ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی کے لیے نہیں ہے اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین ہے اور سجدۂ تحیت (تعظیمی) حرام و گناہ کبیرہ بالیقین ہے۔

(فتاویٰ رضویہ؛ کتاب الحظر والاباحت؛ ج ١٥؛ ص ٤٩٨ ۔ رسالہ: الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ۔)

ایک اور مقام پر مزید ارشاد فرمایا: غیر خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے گناہ کبیرہ ہے متواتر حدیثیں اور متواتر نصوصِ فقہیہ سے اسکی حرمت ثابت ہے ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسکی حرمت پر چالیس حدیثیں روایت کیں اور نصوص فقہیہ کی گنتی نہیں۔

فتاویٰ عزیزیہ میں ہے کہ اسکی حرمت پر اجماع امت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: کتاب الحظر والاباحت؛ج ١٥؛ص ٤٩١)

مزارات پر بلاضرورتیں چادریں چڑھانا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی فرماتے ہیں: جب مزار پر چادر موجود ہو اور وہ ابھی پرانی یا خراب نہ ہوئی ہو کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام (مال) اس میں صرف کرے ولی اللہ کی روح کو ایصال ثواب کے لیے کسی محتاج کو دیدیں

(فتاویٰ رضویہ: باب الحج؛ج ٧؛ص ٦٠٤۔رسالہ: انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارہ۔)

مزارات اولیاء کا طواف:

مزارات اولیاء کا طواف کرنا یا انہیں بوسہ دینا بھی ممنوع ہے چاہیں وہ تعظیم کی نیت سے ہو امام اہل سنت امام احمد رضا اس کے بارے میں فرماتے ہیں: مزارات کا طواف جو محض بنیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم

بالطواف محض بخانۂ کعبہ ہے مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے علمااس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا ہے اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ۔ کتاب الجنائز۔ باب احوال قرب موت؛ج ۷؛ص ۳۳)

عورتوں کی مزارات پر حاضری:

آج کل کچھ خانقاہوں پر مردوں سے زیادہ عورتوں کی بھیڑ دکھائی دیتی ہے انکو امام اہل سنت کا فرمان پڑھ لینا چاہیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی سے اس سلسلہ میں حکم شرعی دریافت کیا گیا تو جواباً امام اہل سنت نے ارشاد فرمایا: کہ یہ نہ پوچھو کہ عورت کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ ربّ العزت کی طرف سے؟ اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے؟ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے ہیں

(ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ حصہ دوم؛ص ۱۰۷)

فرضی مزارات بنوانا:

بعض جاہل لوگوں نے پیری مریدی کو اپنا دھندا بنا رکھا ہے اور انکو نماز روزہ سے کوئی مطلب نہیں احکام شریعت سے کوئی سروکار نہیں انکا اصل مقصد صرف و صرف لوگوں سے مال لوٹنا ہوتا ہے اور یہ لوگ کسی

بھی ولی اللہ کا فرضی مزار بنا کر اس پر چادر وغیرہ چڑھاتے ہیں اس پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ اصل مزار جیسا سلوک کرتے ہیں پھر حقیقت حال سے ناواقف لوگوں کی آمد ورفت اس جعلی مزار پر شروع ہو جاتی ہے۔ عوام اہل سنت کو ایسے لوگوں کا سختی سے بائیکاٹ کرنا ہو گا۔

امام اہل سنت نے فرضی مزارات کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل جیسا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے۔ غ

(فتاویٰ رضویہ؛ کتاب الجنائز؛ باب احوال قرب موت؛ ج۷؛ ص:۲۵۲)

پردہ کے بارے میں پیر اور غیر پیر کا شرعی حکم:

پیروں کے پاس بے پردہ جانے والی عورتوں پر امام اہل سنت نے سخت برہمی کا اظہار اور پردے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پردہ کے باب میں پیر و غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے

(فتاویٰ رضویہ۔ کتاب الحظر والاباحت۔ ج؛۱۵؛ ص:۳۰۳)

اسی طرح ایک مقام پر اور مزید ارشاد فرماتے ہیں:

جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے اگر ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے چاہے وہ پیر ہو یا عالم

(فتاویٰ رضویہ۔ کتاب الحظر والاباحت؛ج:۱۵؛ص:۳۴۳)

بارگاہ رسالت میں حاضری کے آداب:

امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی بارگاہ رسالت میں حاضری کے آداب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: خبردار روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو بلکہ جالی شریف سے چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ انکی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہۂ اقدس میں جگہ بخشی

(فتاویٰ رضویہ۔ کتاب الحج؛ج؛۸ص:۶۰۲۔رسالہ انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارہ)

ایک اور مقام پر مزید ارشاد فرمایا:

روضۂ انور کا طواف نہ کرو نہ سجدہ۔ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم انکی اطاعت میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ۔ کتاب الحج؛ج؛۷؛ص:۶۰۴۔رسالہ انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارہ)

مروجہ تعزیہ داری:

امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی نے مروجہ تعزیہ داری کے بارے میں ارشاد فرمایا: تعزیہ جس طرح رائج ہے یہ ضرور بدعت شنیعہ ہے شیعوں سے تشبیہ کے سبب بھی اسکی بھی اجازت نہیں یہ جو باجے

تاشے مرثیہ ماتم برق پری کی تصویریں تعزیے سے مرادیں مانگنا اسکی منتیں ماننا اسے جھک جھک کر سلام کرنا سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ اس میں بدعات کثیرہ ہو گئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری اور یہ ضرور حرام ہے

نیاز لنگر وغیرہ لٹانا:

چھتوں وغیرہ سے روٹیاں کھانے کی تھیلیاں اور بسکٹ نمکین پھینکنے والوں اور لوٹنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: یہ خیرات نہیں شرور وسئیات ہے اور نہ ارادۂ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ ناموری اور دکھاوے کی اور وہ حرام ہے رزق کی بے ادبی اور ضائع کرنا گناہ ہے۔

(احکام شریعت۔ حصہ اول۔ خیرات کا ناجائز طریقہ۔ ص؛ ۱۳۲)

ان تمام مذکورہ باتوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی نے کس طرح مروجہ امور و بدعات اور خرافات کا رد بلیغ کیا اور عوام کو متنبہ فرمایا امام اہل سنت نے نہ صرف امت مسلمہ کے عقائد و نظریات کی حفاظت کی بلکہ انہیں ایک بڑے دلدل میں پھنسنے سے بھی بچایا۔

اللہ ربّ العزت سے دعا ہے شریعت مطہرہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے صحابہ کرام سے سچی محبت اور اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص ہمیں ان مروجہ امور و بدعات اور خرافات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

غیبت کی تباہ کاریاں

محمد سعد جیلانی مرکزی

لک الحمد یا اللہ بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم

وَلَا یَغۡتَبۡ بَعۡضُکُم بَعۡضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتاً فَکَرِہۡتُمُوۡہُ

(سورہ حجرات آیت نمبر ۱۲)

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھاے۔ تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہو گا۔ (کنزالایمان)

محترم قارئین! اگر آج ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو ہم دیکھیں گے کہ ہمارے معاشرے میں طرح۔ طرح کی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ آج کا مسلمان طرح۔ طرح کے گناہوں میں مبتلا نظر آرہاہے گناہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ بہرحال گناہ ہے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صرف شراب نوشی، قتل، زناکاری اور نماز روزہ کو چھوڑنا ہی صرف گناہ نہیں ہیں بلکہ بعض گناہ تع ایسے بھی ہیں کہ بہت سے لوگ تو اسکو گناہ ہی نہیں جانتے، اگر سمجھتے بھی ہیں تو کثرت کے ساتھ لوگ اس میں مشغول نظر آتے ہیں۔ وہ گناہ "غیبت" ہے۔ غیبت وہ بلا اور ایسی خطرناک آگ ہے کہ جس میں گھر کا گھر خاندان کا خاندان جل رہا ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ غیبت کرنا ایسا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا۔ آج بہت سارے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ غیبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تو وہی کہہ رہے ہیں جو بات اسمیں پائی جا رہی ہے۔ حدیث پاک کی روشنی میں دیکھیں کہ غیبت کیا ہے؟

ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے محبوب خدا ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

هل تدرون ما الغيبة

کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ تو عرض کیا گیا۔ الله ورسوله اعلم

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو آقائے کریم ﷺ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ

ذكرك اخاك بما يكره

یعنی تم اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ پھر پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ بات اس میں موجود ہو تو؟ تو آقائے کریم ﷺ نے فرمایا جو بات تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس شخص میں ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر تہمت لگائی۔ اس حدیث پاک میں غیبت کی تعریف بیان کی گی کہ غیبت کیا ہے؟ یعنی اسکی تعریف کو بیان کیا گیا ہے۔

اب ذرا دیکھیں کہ غیبت کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔

اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ بیشک غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے کیونکہ ایک آدمی زنا کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ج۲ ص۴۱۵)

اور غیبت کرنے والے کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے اللہ کی پناہ۔ زنا کتنا برا فعل اور کس قدر عظیم گناہ ہے؟ مگر اس سے برا اور بڑا جرم غیبت کا ہے۔

اب ذرا دیکھیں کہ غیبت کرنے والا کس قدر عذاب میں مبتلا ہو گا؟ کہ وہ اپنے ناخن سے قیامت کے دن اپنا چہرہ چھیلے گا۔

حدیث شریف: محبوب خدا مصطفٰے کریم ﷺ نے فرمایا:

شب معراج میں نے ایسی قوم کو دیکھا جو اپنے چہروں کو اپنے ناخنوں سے چھیل رہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور انکی عزتوں کے پیچھے پڑتے تھے۔ حضرات! غیبت کرنے والا بروز قیامت کس قدر مصیبت میں مبتلا کیا جائے گا کہ اپنے ہی ہاتھوں کے ناخنوں سے اپنے چہرے کو نوچ۔ نوچ کر کاٹ رہا ہو گا۔ اس لئے آج ہی غیبت سے توبہ کر لیں تاکہ قیامت کی مصیبتوں سے نجات مل سکے۔

نیکی کی کسی بات کو حقیر نہیں جاننا چاہئے:

حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیارے نبی ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی اچھی بات بتائیں جس سے میں نفع حاصل کروں تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی میں کسی بات کو حقیر (یعنی کم) نہ جاننا اگرچہ اپنے ڈول میں سے پیاسے کے برتن میں پانی ڈالو اور اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آؤ، اور وہ چلا جائے تو ہر گز اسکی غیبت نہ کرو۔(احیاء العلوم، ج۳، ص ۳۱۴)

غیبت کرنے والا اپنے گھر میں بھی ذلیل رہتا ہے:

حدیث شریف: محبوب خدا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگوں کے گروہ، جو زبان سے ایمان لائے اور ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی پردہ دری نہ کرو (یعنی ان کے عیبوں کو نہ کھولو) اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا پردہ اٹھائے گا۔(یعنی اس کے چھپے کو ظاہر کرے گا) تو اللہ تعالی اس کا پردہ اٹھادے گا (یعنی اللہ تعالی اس کے سارے چھپے ہوئے عیبوں کو ظاہر فرمادے گا) اور اللہ تعالی جس کا پردہ اٹھادے۔ تو اسے گھر کے اندر بھی رسوا کرتا ہے۔(سنن ابو داؤد، ج ۲ ص ۳۱۳)

حدیث پاک سے پتا چلا جو شخص دوسروں کی غیبت کرتا ہے تو اللہ تعالی اس شخص کو اس کے گھر کے اندر بھی اس کا عیب کھول دیتا ہے اور وہ شخص اپنے گھر والوں میں بھی ذلیل و رسوا ہو کر رہتا ہے العیاذ باللہ تعالی۔

غیبت کرنے والا سب سے پہلے جہنم میں ڈالا جائے گا:

نائب مصطفٰے حجۃ الاسلام، امام محمد غزالی رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں منقول ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جو شخص غیبت سے توبہ کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل کیا جائے گا۔ اور جو شخص غیبت کے گناہ کی حالت میں فوت ہو وہ جہنم میں سب سے پہلے ڈالا جائے گا۔ (احیاء العلوم ج ۳، ص ۳۱۵)

حدیث پاک کی روشنی میں غیبت کرنے والا ہی سب سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

صرف اتنا کہنا کہ قد چھوٹا ہے یا کس کے کپڑوں کو دیکھ کر کمی نکالنا یہ بھی غیبت ہے:

حدیث شریف: ہم مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہمارے پاس ایک عورت آئی جب وہ واپس جانے لگی تو میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اسکا قد چھوٹا ہے تو محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم نے اس کی غیبت کی ہے۔ (مسند امام احمد ابن حنبل، ج ۶ ص ۲۰۶)

اسی طرح ایک روایت بیان کرتی ہیں کہ میں نے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ایک عورت کے بارے میں کہا کہ اس عورت کا دامن لمبا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قے کرو قے کرو۔ تو میں نے گوشت کے ٹکڑے کی قے کی۔ (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۳۲۰)

غیبت کو سمجھ ئے اور اسکے عظیم وبال سے بچنے کی فکر کیج ئے اور یاد رکھ ئے صرف اتنا کہہ دینا کہ فلاں کا قد چھوٹا ہے یا اس کے کپڑے کا دامن لمبا ہے یہ بھی غیبت ہے۔ مگر ہم تو صرف قد کو ہی نہیں بلکہ پورے جسم کو ہی برا کہتے نظر آتے ہیں اور صرف کپڑے کے دامن کو ہی نہیں بلکہ مسلمان بھائی کے پورے لباس کو نوچ نوچ کر پھاڑتے نظر آتے ہیں۔اب اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمارا حال کیا ہو گا؟۔

بزرگوں کی نظر میں غیبت سے بچنا عبادت ہے:

عالم ربانی حضرت امام محمد غزالی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ اسلاف (بزرگوں) کو دیکھا کہ وہ عبادت صرف نماز وروزہ ہی کو نہیں سمجھتے تھے بلکہ لوگوں کی برائی اور غیبت سے بچنے کو عبادت سمجھتے تھے ۔(احیاء العلوم، ج۳، ص۱۷۳)

مشہور بزرگ حضرت ابو اللیث بخاری رضی اللہ عنہ سے غیبت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک بار کی غیبت کو سو مرتبہ کے زنا سے بدترین سمجھتا ہوں۔

اور حضرت ابو حفص الکبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں کسی انسان کی غیبت کرنے کو رمضان کے روزے نہ رکھنے سے بدتر سمجھتا ہوں۔

اور فرماتے ہیں کہ جس نے کسی عالم کی غیبت کی تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر لکھا ہو گا، یہ (شخص) اللہ تعالی کی رحمت سے محروم ہے۔(مکاشفۃ القلوب، ص:۱۳۶)

بزرگوں کے اقوال وبیان سے صاف طور پر ظاہر اور ثابت ہو گیا کہ غیبت کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے سو مرتبہ زنا کیا اور عالم دین کی غیبت تو اور بھی بڑی مصیبت ہے کہ اس کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ شخص اللہ تعالی کی رحمت سے محروم ہے اور نماز کا نور اور روزے کی برکت غیبت سے زائل ہو جاتی ہے، گویا غیبت کرنے والے کی نماز اور روزہ نامقبول ہو کر رہ جاتے ہیں۔

غیبت سننا بھی غیبت ہے:

نائب مصطفٰی، حضرت امام محمد غزالی رضی اللہ تعالی عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ غیبت سننے پر خوش ہونا اور اس کی طرف کان لگانا بھی غیبت ہے اور وہ اس لیے کہ جب (غیبت کرنے والا) خوشی اور تعجب کا اظہار کرتا ہے تو غیبت کرنے والا خوش ہوتا ہے اور غیبت کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے گویا وہ اس طریقے سے اس سے غیبت کرواتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے (یعنی غیبت سننے والا) تعجب ہے ہم تو اس شخص کو ایسا نہیں جانتے تھے، میں تو اسے اب تک اچھا آدمی سمجھتا رہا ہوں، میں تو اسے کچھ اور ہی سمجھتا رہا، اللہ تعالی ہمیں آزمائش سے بچائے۔ یہ سب کچھ غیبت کرنے والے کی تصدیق ہے اور غیبت کی تصدیق بھی غیبت ہوتی ہے بلکہ غیبت کے وقت خاموش رہنے والا بھی غیبت میں شریک ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم، ج۳، ص: ۳۲۳)

غور فرمائیں کہ غیبت سننا اور خاموش رہنا، نا روکنا یہ بھ غیبت ہے

ولی نے غیبت سنی تو مجلس سے چلے گ ئے:

مشہور بزرگ اللہ تعالی کے ولی حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ تعالی عنہ ایک دعوت میں تشریف لے گ ئے۔لوگوں نے آپس میں کہا کہ فلاں شخص ابھی تک نہیں آیاتو ایک شخص بولا کہ وہ موٹاتو بڑاسست ہے ۔اس پر حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ تعالی عنہ اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے فرمانے لگے: افسوس ! میرے پیٹ کی وجہ سے مجھ پر یہ آفت آئی ہے کہ میں ایک ایسی مجلس میں پہنچ گیا جہاں ایک مسلمان کی غیبت ہورہی ہے۔یہ کہہ کر وہاں سے واپس تشریف لے گ ئے اور تین دن تک کھانانہ کھایا(اور صدمے سے بے حال رہے)۔(تنبیہ الغافلین)

نیک لوگوں کی ہر بات نیک ہوتی ہے۔یہ نیک تھے تو غیبت کی بات سن کر مجلس سے چلے گ ئے اور تین دن تک صدمے میں رہے کہ ایسی مجلس میں کیوں گیااور کھاناتک نہ کھایا۔

اور ! ایک ہم ہیں کہ غیبت ہی کی مجلس کو تلاش کرکے جاتے ہیں اور خوب غیبت کرتے ہیں اور غیبت کو سنتے بھی ہیں۔

غیبت کرنے سے ہماری نیکیاں اس کے حصّہ میں چلی جاتی ہیں کہ جسکی ہم غیبت کرتے ہیں:

عالم ربانی، حضرت امام محمد غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک شخص نے کہاکہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس

کے پاس کھجور کا ایک تھال بھیجا اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے مجھے نیکیوں کا تحفہ دیا ہے تو میں اسکا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ مجھے معزور سمجھو! میں پوری طرح بدلہ نہیں دے سکتا۔ (احیاء العلوم، ج ۳، ص: ۳۴۲)

ہمارے اسلاف، غیبت کا جواب غیبت سے نہیں، برائی کا جواب برائی سے نہیں بلکہ نیکی اور بھلائی سے دیا کرتے تھے۔

اس روایت سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت سے ہماری نیکیاں اسکے حصّے میں پہنچ جاتی ہیں کہ جسکی ہم غیبت کرتے ہیں۔

محترم قارئین غیبت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالی ہمیں اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

غصے میں خود پر قابو رکھیں

غلام مصطفےٰ نعیمی

فہد، بیگ صاحب کا انتہائی منہ لگا خادم تھا اس نے فوراً ہی نمک مرچ لگا کر ساری باتیں کہہ سنائیں...فہد کی بات سنتے ہی بیگ صاحب کی آنکھوں میں شرارے اتر آئے ...چہرہ بھٹّی میں تپنے والے کوئلے کی طرح سرخ اور بدن شدت غضب سے کانپنے لگا...دانت پیستے ہوئے کہا

سعید کی اتنی ہمت کہ وہ ہمارے کاموں میں عیب نکالے ، ہماری سوچ اور سمجھ پر سوال اٹھائے .وہ ہمارا خادم ہے خادم !مخدوم بننے کی کوشش نہ کرے ورنہ دانہ پانی تک کو ترس جائے گا

بیگ صاحب علاقے کے رسوخ دار شخص اور پشتینی زمین دار تھے ...قرب و جوار کے زیادہ تر افراد ان کے خاندانی ملازم تھے ...علاقہ بھر میں بیگ صاحب کو پیر جیسا درجہ حاصل تھا ...جدھر نکل جاتے، ہجوم آس پاس جمع ہوجاتا ...لبوں سے کوئی بات نکلتی تو ،تائید وتحسین کی آوازیں بلند ہوجاتیں ... سطحی باتوں پر بھی پڑھے لکھے لوگ علمی نکتے فلسفیانہ گہرائی سمجھاتے ہوئے نظر آتے تھے

آج بیگ صاحب کے پوتے کی سالگرہ تھی ...دور دراز کے امرا ورؤسا کی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا ... قسم قسم کے مرغن کھانوں اور پھلوں سے دسترخوان بھرا ہوا تھا...کئی بستیوں کے عقیدت مند بھی حاضر تھے ...دیگوں پر دیگ چڑھ رہی تھیں ...برقی قمقموں سے پوری بستی جگ مگا رہی تھی ....بڑے بڑے شامیانے ، خوبصورت جھالروں سے حویلی جنت نشاں بنی ہوئی تھی ....بس اسی تام جھام کو دیکھ کر سعید نامی نوجوان نے اتنا کہہ دیا

جتنا خرچ سالگرہ جیسی رسم پر کیا جارہا ہے کاش اس کا نصف بھی تعلیم پر کیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا .لمبے وقت سے اس گاؤں کے بچے دس کلومیٹر دور گاؤں میں پڑھنے جاتے ہیں کاش بیگ صاحب توجہ دیں اور کوئی تعلیمی ادارہ بنادیں تو ہماری ایک بڑی ضرورت پوری ہوجائے

معقول تبصرے پر غیر معقول تڑکا لگا کر بیگ صاحب کے کانوں میں صور پھونکا گیا...بس پھر کیا تھا!بیگ صاحب کے اندر کا جاگیردار بیدار ہو گیا ...سعید کی طلبی ہوئی اور بغیر صفائی لیے سخت ڈانٹ پھٹکار لگائی گئی.اتنے پر بھی آتشکدہ غضب ٹھنڈا نہ ہوا سو اسی وقت سعید کے والد کو ملازمت سے نکال دیا گیا

کہنے کو بیگ صاحب تعلیم یافتہ گھرانے کے چشم وچراغ تھے لیکن احساس برتری کے خمار میں انہیں قرآنی ہدایت بھی یاد نہیں آئی...اپنی طاقت دکھاتے ہوئے ایک خاندان کو انا پرستی کے مذبح خانے میں بے دردانہ ذبح کر دیا گیا

حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے جاہ و حشم والے بادشاہ تھے...جن وانس ، چرند پرند خشکی وتری ہر جگہ آپ کی حکومت تھی ...لیکن اس قدر طاقت وقوت کے باوجود جب آپ کو کسی پر غصہ آتا تو ایسا اسلوب کلام استعمال فرماتے جس سے ملزم کو عذر خواہی کا بھرپور موقع ہوتا تھا

ایک مرتبہ آپ سیر کرنے کے لیے نکلے تو پرندوں کا جائزہ لینے پر ہدہد نامی پرندے کو غائب پایا

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿سورۃ النمل﴾٢٠

اور حضرت سلیمان نے (پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿﴾٢١

ضرور میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کردوں گا یا)پھر بچاؤ میں (کوئی روشن سند میرے پاس لائے

ہدہد نے عذر میں ملکہ بلقیس کی خبر دی .تو سخت غصے کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کا عذر قبول فرمایا.قرآنی اسلوب دیکھیں کہ کس طرح حضرت سلیمان نے عذاب شدید، ذبح جیسے سخت الفاظ استعمال فرمائے لیکن اہم خبر لانے پر ہدہد کے لیے بچاؤ .کا راستہ بھی رکھا

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان غصے میں سخت الفاظ کہہ جاتا ہے لیکن حقیقت واقعیہ کھلنے پر شرمندہ ہونا پڑتا ہے .یا ملزم/متہم کو ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنا پڑتی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ سخت غصے میں بھی خود پر قابو رکھیں اور قرآنی اسلوب اختیار کرتے ہوئے سخت الفاظ کے ساتھ عذر کا راستہ بھی رکھیں تاکہ کسی کو ناکردہ گناہ کی سزا نہ ملے،فرمان خداوندی ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿سورہ حجرات:6

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں

كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع

(صحیح مسلم ،کتاب المقدمۃ، حدیث :7)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"آدمی کے جھوٹے ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے

حالت غضب میں کسی بے گناہ پر ظلم کرنا بہادری نہیں بزدلی ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے

لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ

(صحیح البخاری:رقم الحدیث 6114)

پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی لڑنے میں غالب ہو جائے بلکہ اصلی پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے بے قابو نہ ہو جائے۔

اس لیے کسی کے کہہ دینے بھر سے غصہ میں آنا اور بغیر تحقیق حال کسی کو مجرم ٹھہرانا نادانی ہے .کسی کی شکایت ملے تو پہلے صاحب معاملہ سے تحقیق کریں بعد میں کوئی فیصلہ کریں .ضرب المثل ہے کمان سے نکلا تیر اور زبان سے نکلا لفظ واپس نہیں آتا .اس لیے سخت غصے میں بھی اعصاب پر قابو رکھیں .ایسا نہ ہو کہ غصے میں کہے گئے الفاظ آپ کے لیے باعث ندامت بن جائیں اور آپ متاثر شخص سے آنکھیں نہ ملا سکیں

خواتین کا تبلیغ اسلام میں کردار

محمد جاوید رضا مرکزی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے قبل اور آپ کے مقدس دور کی بہت سی نامبر خواتین کا ذکر قرآن حدیث اور تاریخ کی کتب میں ملتا ہے۔

جس سے ان کا صبر ،استقامت فی الدین، بہادری ایثار، اسلام کے لئے قربانی اور رضائے الہی پر راضی رہنا آنے والی خواتین کے لیے مسئلہ مشعلہ رہا ہے۔

نبی کریم کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا اس وقت آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والی سب سے پہلی خاتون حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی علی عنہا تھیں۔ آپ عرب کی ایک امیر ترین خاتون تھیں مگر اسلام کے لئے اپنی تمام دولت کو راہ خدا میں خوشی خوشی خرچ کر دیا۔

ہر لمحہ، ہر آن، ہر قدم پر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا یہاں تک کہ جب پورا عرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف بنا ہوا تھا تمام لوگوں نے منہ موڑ لیا اس وقت اس مقدس خاتون نے اپنا سب کچھ اسلام کے لئے قربان کر دیا اور اس کا صلہ یہ ملا کہ رب کائنات نے آپ کو سلام بھیجا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ، عَنْ عُمَارَةَ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ : هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ ، أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ ، وَلَا نَصَبَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا ہیں اور وہ آپ کے پاس آئیں ہیں ان کے پاس برتن ہے اس میں سالن، کھانا یا پینے کا سامان ہے تو جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں رب کی جانب سے اور میری طرف سے سلام کہو اور انہیں ایک ایسے گھر کی خوشخبری سناؤ جس میں نہ شور ہے اور نہ کوئی تکلیف۔

اسلام کی پہلی شہید حضرت سمیہ رضی اللہ تعالی عنہا ہیں جن کو راہ اسلام میں اس قدر اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا مگر ایمانی قوت کے سامنے ظالموں کے حوصلے پست ہو گئے اور آنے والی خواتین کے لیے ایک مثال قائم کر گئیں۔

جب ہجرت کا حکم آیا تو پہلی ہجرت حبشہ کی جانب کی گئی اس میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی تھیں جنھوں نے اسلام کی خاطر اپنے گھروں کو خیر آباد کہہ دیا اور اسلام کی راہ میں آنے والے مصائب کو خندہ پیشانی سے لبیک کہا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا جو ایک فقیہہ اور محدثہ تھیں آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سیرت کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں اہم کردار ادا کیا، اشاعت علم میں پوری زندگی گزری یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں کی کہ جنہوں نے آپ سے علم حاصل کیا ایک بڑی فہرست موجود ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا ایمان لانے کا واقعہ مشہور و معروف ہے آپ کا اس قدر دبدبہ ہونے کے باوجود آپ کی بہن نے آپ کی پرواہ کئے بغیر اسلام قبول کر لیا اور جب بھائی کا سامنا ہوا تو بڑی جرات مندی کے ساتھ اسلام پر قائم رہنے کا اعلان بھی کر دیا ساتھ ہی اپنے بھائی کو دعوت اسلام بھی پیش کی جو کہ آج کی خواتین کے لیے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

عہدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اس کے بعد بھی خواتین کی بہادریوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اگر ان کو شمار کیا جائے تو دفتر کے دفتر پر ہو جائیں۔

جنگوں میں زخمیوں کی تیمارداری ہو، میدان کارزار میں دشمنوں کے مقابلے میں مضبوط پہاڑ کی مانند کھڑا ہوناہو یانبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں جان کی پرواہ کیے بغیر موجود رہنا، خواتین نے آنے والی خواتین اسلام کے لیے مثالیں قائم کردیں۔

گویا کہ اشاعت علم، بہادری، تبلیغ دین ہر میدان میں خواتین اسلام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ایک عورت اگر چاہے تو وہ اپنے بچوں کو دیندار، پکاعاشق رسول سول صلی اللہ علیہ وسلم باآسانی بناسکتی ہیں کہ بچے کے لئے سب سے پہلی درسگاہ ماں کی گود ہے۔

خواتین اسلام نے تربیت اولاد میں وہ کردار ادا کیا کہ ان کی گود میں پرورش پانے والے بچوں نے اسلام کے لئے جو قربانیاں پیش کیں وہ کتب تاریخ کے اوراق کو روشن کئے ہوئے ہیں۔

مگر افسوس آج مغربی تہذیب کا اثر قوم مسلم کی تہذیب وتمدن، تعلیم وتربیت، رہن سہن، اٹھ بیٹھ، شادی بہا، نظام امور خانہ داری ہر جانب نظر آتا ہے گویا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی گوشہ اس کے مذموم اثر سے محفوظ نہ رہ سکا نتیجتا پورے معاشرے میں غیر معمولی طور پر بگاڑ پیدا ہو گیا۔

اس بگڑتے معاشرے کو درست کرنے کے لیے خواتین اسلام کو اپنی ذمہ داری سمجھنا نہایت ضروری امر ہے۔

اس لیے کہ عورت سماج کاایک اہم رکن ہے ہیں آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے گھروں میں اپنی بچیوں بہنوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں اور ان کی ذمہ داریوں کااحساس کرائیں تب ہی ایک صالح معاشرہ تشکیل دیاجاسکتا ہے بغیرماں کی کوششوں کے بچوں کی اچھی تربیت کاتصور صرف تصور ہی ہوگا اگرہم اس کوزمینی لیبل پر دیکھناچاہتے ہیں توہمیں نسواں کی تعلیم کاجگہ مکمل انتظام کرناہوگا جس سے آنے والی نسلیں دین دار ہوسکیں۔

عن أنس بْنِ مَالِكٍ قَالَ :عن النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم أنه قالَ : (طَلَبُ العِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ) . رواه ابن ماجه

اس حدیثِ پاک کی مصداق خواتین بھی ہیں ان کے اوپر بھی ضروریات دین سیکھنا اسی طرح لازم و ضروری ہے جس طرح مردوں پر ہے۔

حسب استطاعت عورتوں پر بھی تبلیغ دین لازم ہے۔

عورت کے لیے پردہ کیوں؟

فردین احمد خان رضوی

حامدا و مصلیا و مسلما

جہاں بنا ہے زمان و مکاں کا زنّاری

نہ ہے زماں نہ مکاں لا الٰہ الّا اللہ [۱]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کو اشرفُ المخلوقات بنایا ہے۔ اس کے سر پر وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ [۱] کا تاج زرّیں رکھا ہے۔ اور انسان کی خلقت کو "لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ "[۲] کی اعلیٰ قبا سے مشرّف فرمایا ہے۔ یہ اس بے مثل و مثال خلاقِ کائنات کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے انسان کو اتنی خوبیوں، قوّتوں اور توانائیوں کا مرکز و محور بنایا۔ چشم بینا اِن احسانات عظمیٰ کا مشاہدہ کر رہی ہے اور خِرَد اس بات کی قائل ہے کہ اپنے محسن اور منعم حقیقی کا ہر آن ہر لحظہ اور ہر لمحہ شکریہ ادا کیا جاے۔ تاہم اس بات سے بھی مجالِ انکار نہیں کہ اس خالق و مالک نے ہم پر بے شمار احسانات کی بارش کرنے کے ساتھ ہمیں چند امور کا مکلّف بھی کیا ہے۔ ہم پر ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائگی شکل میں ان احکاماتِ خداوندی کا پاس و لحاظ کریں۔

اگر دنیا کے کارہائے گراں سے چند لمحات نکالنے اور روزمرہ کی دوڑ بھاگ سے کچھ وقت چرانے میں کامیاب ہوں تو ذرا غور کریں کہ یہ جتنے بھی احکامات ہیں ان کی پاسداری اور خداوندِ قدّوس کی فرماں برداری میں کس قدر حکمتیں پنہاں ہیں۔ چاہے وہ ہماری عقلِ ناپائدار میں آئیں یا نہ آئیں، مگر یہ بات یقینی ہے کہ ہر حکمِ خدا میں بندے کی دنیا اور عقبا کا عظیم مفاد ضرور موجود ہے۔

دینِ اسلام اسی خدائے رحمٰن ورحیم کا دین قویم ہے جس میں مرد وعورت دونوں کو ہی ایک عظیم مقام دیا گیا ہے۔ ایک سالم و سلیم معاشرے کی تشکیل کے لیے یہ دونوں ہی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ایک بھی متزلزل ہو تو پوری عمارت زیر وزبر ہو سکتی ہے؛ اسی لیے مذہبِ مہذّب اسلام نے ان دونوں کے لیے ایک ایسا معتدل اور قابل عمل نظام دیا ہے جس میں ان کے حقوق بھی محفوظ رہیں، باہمی تعلق بھی برقرار رہے اور صحیح معنی میں مساوات ہو سکے۔

مگر آج اس پر آشوب دور کے بارے میں کیا کہا جائے جب کہ انسان، فطرتِ سالمہ کا بھی دشمن بن بیٹھا ہے، خدائی احکامات پر نکتہ چینی کرنے لگا ہے اور صرف عقلِ ناپائدار کو ہی ناخدا بنا کر اپنی کشتیوں کو منجدھار میں اتار رہا ہے۔ مثال کے طور پر اس شگوفے کو ہی لے لیں، آج دنیا کے آزاد خیال اور آوارہ طبیعت لوگ یہ سوال بار بار بانگِ مرغ کی طرح روز دوہرا رہے ہیں کہ آخر "عورت کے لیے پردہ کیوں؟" آیئے ہم بعون اللہ و باذنہ اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ لوگ یہ جان سکیں کہ یہ حکم بالکل عین فطرت انسانی کے موافق ہے اور عورتوں کی عصمتوں کی حفاظت کا بہترین سامان ہے۔

اس بات سے بھلا کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ عورتوں کی طرف مردوں میں اور مردوں کی طرف عورتوں میں رغبت رکھ دی گئی ہے جو کہ ایک فطری امر ہے۔ مشہور نیورو سائنس ماہرہ سٹیفنی کیسیوپّو کی تحقیق کے مطابق:

12-areas of your brain work together to release chemicals and hormones that induce the feeling of falling in love, all of which happens in just a fifth of a second, eliciting "floating on cloud nine" feelings similar to that of euphoria-inducing drugs.

[byrdie.com]

ترجمہ: "(جب آپ: کوئی مرد عورت کو یا عورت مرد کو دیکھتے ہیں) تو آپ کے دماغ کے بارہ حصے ایک ساتھ کام کرتے ہیں اور وہ کیمیاوی مادہ اور ہارمونز نکالتے ہیں جس سے پیار (یا جنسی اشتعال) کا احساس ہوتا ہے، یہ سب کچھ صرف سیکنڈ کے پانچوے حصے سے بھی کم وقفے میں ہو جاتا ہے جس سے بادلوں میں اڑنے جیسا احساس پیدا ہوتا ہے، ٹھیک ویسا ہی جیسا منشیات لینے سے ہوتا ہے۔"[۳]

یعنی مرد و عورت جب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو جنسی اشتعال کا پیدا ہونا لازمی ہے، مگر مزید تحقیق سے یہ پتا چلا ہے کہ یہ اشتعال مردوں میں جلد بلکہ عورت سے کہیں زیادہ تیزی سے اثر انداز ہوتا ہے۔ سائنس داں کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو کوئی مرد دیکھتا ہے اور اتنے وقفے تک کہ اس کے جنسی احساسات

متحرک ہو جائیں تو اس کی ڈھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں، ہونٹھ سوکھنے لگتے ہیں اور وہی احساس بدن میں ہونے لگتا ہے جو منشیات کے استعمال پر ہوتا ہے۔ اور اس پورے فتنے کا اوّل دروازہ ہے آنکھ۔ دیکھنے ہی سے انسانوں ،خاص کر کہ مردوں میں جنسی احساسات متحرک ہوتے ہیں، یہ میرے اکیلے کا ماننا نہیں، دا- گارڈئن کے ایک آرٹکل کے مطابق:

One thing that could be said to support the notion that men are vulnerable to being sexually aroused by appearance is evidence that suggests male arousal is far more visual in nature than female arousal. [theguardian.com]

ترجمہ: "ایک بات جو اس تصور کے ثبوت میں کہی جا سکتی ہے کہ مرد، فحش قسم کے پہناوے سے جنسی طور پر متحرک ہونے کے تئیں حساس ہیں، وہ یہ ہے کہ مردوں میں یہ فطری حساسیت عورتوں کے مقابلے زیادہ 'دیکھنے' سے تعلق رکھتی ہے"[۴]۔

اگر مندرجہ بالا گفتگو کو دو نکات میں جمع کریں تو وہ کچھ یوں ہو گا کہ ،مردوں میں جنسی اشتعال کے دو ہی سبب ہیں، عورت کے جسم کا نظر آنا اور مرد کا اس کی طرف نگاہ کرنا۔ یہی دو اسباب ہیں جن کے سبب دنیا بھر میں تمام جنسی محاذ پر جرائم سرانجام دیے جا رہے ہیں۔ اب بس ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی طرح عورت اپنے جسم کو چھپا لے اور مرد اس کی طرف نگاہ نہ کرے، مگر سوچنے کا مقام ہے کہ کیا دنیا میں کوئی

نظام ایسا بھی موجود ہے؟ کیا کوئی مذہب ایسا ہے جس نے اس طرح کا کوئی حکم دیا ہو؟ ملحدین تو کہتے ہیں کہ مذہب بے وقوف لوگوں کا شغل ہے، مگر کیا کوئی ایسا بھی مذہب ہے جس نے نیورو سائنس کے اس باریک اور پیچیدہ قاعدے کو حیات نو بخشی ہو؟ کیا فطرت انسانی سے اس قدر ہم آہنگ اور شناسا بھی کوئی دین ہے کیا؟ آنکھیں سراپا تجسس ہو کر عالم دنیا کا سفر کرتی ہیں، ہر گلی ہر محل، ہر کوچے پہ نظر کرتی ہیں، ان کے سامنے دنیا کے تمام مذاہب ہیں، مگر یہ کیا سر گزشت ہے! کہ نگاہ جا کر فقط محسنِ کائنات، فخرِ موجودات، سیّاحِ لامکاں، نازشِ ہر دو جہاں، سیدِ مرسلاں جنابِ محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے دین اسلام پر ہی رک جاتی ہیں۔

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گیے

عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب[۲]

جی ہاں! واللہ العظیم! یہ مذہبِ اسلام ہی ہے جہاں یہ باریکی، یہ حکمتیں، یہ رعنائیاں جلوہ فگن ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں! یہ اس کِردگارِ عالم کا دین ہے کہ جس نے اس پوری دنیا کو بنایا ہے، اس کا دین ہی حق ہے اور یہی مذہب اس لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جاے۔ یقین نہیں آتا تو خود پڑھیے؛ قرآن مجید میں خود رب تبارک و تعالی فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (۔)

ترجمہ: "مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ اُن کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو اُن کے کاموں کی خبر ہے۔"[۵]

اور فرمایا گیا:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ(۔)

ترجمہ: "اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں۔"[٦]

اللہ اکبر کبیرا! قربان جایئے دینِ متین اسلام پر کہ جو کچھ ہم عورتوں کی عصمتوں کی حفاظت کے سامان اور مردوں کی پاکبازی کے اسباب ڈھونڈ رہے تھے، وہ سارے کے سارے تو ان دو آیات میں مل گیے! میں دنیا کے انصاف پسند قارئین سے التماس کروں گا، کہ خود فیصلہ فرمائیں، اگر مرد غیر عورتوں کو دیکھے گا نہیں اور عورت بھی باپردہ ہو گی تو کیا کبھی فریقین میں سے کسی کے بھی جنسی احساسات مشتعل ہوں گے؟ کیا کسی کا نفس اسے جنسی بے رہروی پر اتر آنے پر مجبور کرے گا؟ کیا کوئی انسان کسی کی ماں، بہن کی عزت پامال کرے گا؟ نہیں ہر گز نہیں!

گزشتہ تمام گفتگو سے پتا یہ چلا کہ یہ جو پردے کا حکم دیا گیا ہے اسلام میں، یہ دراصل عورت کی عِفّت و عِصمت کی حفاظت اور مرد کے تقویٰ و باطنی طہارت کے تحفّظ کے لیے دیا گیا ہے۔ پردہ کسی بھی طرح کسی عورت کی ترقی میں مانع نہیں، بلکہ یہ تو عورت کو وہ حفاظتی سامان مہیا کراتا ہے جس سے وہ معاشرے میں بلا خوف و خطر، چین و سکون سے رہ سکتی ہے اور ترقی پا سکتی ہے۔

مقامِ اصلاح میں یہ بات کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس بھی انسان کو اپنی سلیم و سالم طبیعت کو مجروح ہونے سے بچانا ہے اسے چاہیے کہ مذہبِ اسلام کا دامن تھام لے کیوں کہ یہی وہ دین ہے جو انسانوں کی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور ان کی تمام تر ضروریات کا محافظ و امین ہے۔ راقم نے ماضی میں کبھی ایک نظم کہی تھی عورت کے عنوان سے جس کا آخری شعر کچھ یوں تھا۔

دنیا و عقبا میں تیری جاں کا حافظ ہے یہ دیں

زندگی کی ہر ضرورت کا محافظ ہے یہ دیں[۳]

اسی پر اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا، اللہ تبارک و تعالی ہمیں علم و عمل کی دولت عطا فرمائے۔

آمین یارب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وآلہ افضل الصلوات واکرم التسلیم

مصادر و مراجع

[۱]۔قرآن مجید؛سورہ اسراء؛آیت ۷۰۔

[۲]۔قرآن مجید؛سورہ التین؛آیت ۴۔

[۳]۔سٹیفنی کیسیوپّو،مقالہ بنام:

Stephanie Cacioppo Neuroimaging of Love: fMRI Meta-Analysis Evidence Toward New Perspectives in Sexual Medicine.

[۴]۔داگارڈینئ؛مقالہ،رابطہ لنک:

https://www.theguardian.com/science/brain-flapping/2018/jan/25/how-provocative-clothes-affect-the-brain-and-why-its-no-excuse-for-assault

[۵]۔قرآن مجید؛سورہ نور؛آیت ۳۰۔

[۶]۔قرآن مجید؛سورہ نور؛آیت ۳۱۔

اشعار

[۱]۔محمد اقبالؔ؛ڈاکٹر؛ضربِ کلیم؛اسلام اور مسلمان؛"لاالٰہ الّاالله"۔

[۲]۔محمد اقبالؔ؛ڈاکٹر؛بالِ جبریل؛ذوق وشوق۔

[۳]۔فرّدین؛نظم؛عورت۔